



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَحْفَظُ اسْمُكَ كَانْفِرَسُ

زبیر اہتمام: جمعیت علماء ہند

تحقیق مسئلہ رفیع یدین



حیات الرحمن اعظمی
استاذ مکتبہ دارالافتاء دہلی

تالیف

جمعیت علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی

﴿ قوموا للہ قانتین ﴾

تحقیق مسئلہ فعیدین



تالیف

حبیب الرحمن اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند



ناشر

جمعیتہ علماء ہند۔ ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی۔ ۲

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين . اما بعد !
عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین کے متعلق حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے اقوال و افعال مختلف منقول ہوئے ہیں اس لیے یہ مسئلہ ہر دور میں زیر بحث رہا ہے، اور علمائے سلف و خلف نے دیگر مسائل اجتہادیہ کی طرح اس مسئلہ پر بھی اپنے اپنے علم و فہم اور نقطہ نظر کے مطابق گفتگو کی ہے لیکن ظاہر ہے کہ جس باب میں خود صاحب شریعت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ساختہ و پرداختہ جماعت یعنی صحابہ کرام کے عہد میں تنوع اور مختلف صورتیں رہی ہوں، اس میں وحدت و یکسانیت پیدا نہیں کی جاسکتی اور نہ کسی ایک صورت کو سنت و ہدایت اور دوسری کو بدعت و ضلالت کہا جاسکتا ہے۔ مسئلہ رفع یدین کی اصل حقیقت یہی ہے۔

مگر آج کل کے غیر مقلدین کا ایک طبقہ مسئلہ رفع یدین کو حق کی علامت اور اہل سنت و الجماعت کی پہچان کے طور پر پیش کر رہا ہے اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو تارک سنت، مخالف رسول اور ان کی نمازوں کو ناقص بلکہ باطل تک کہنے میں پاک محسوس نہیں کرتا۔ جبکہ ان کا یہ رویہ عدل و انصاف اور حقیقت پسندی کے یکسر منافی اور دین کی فہم رکھنے والوں کے طریقہ کے بالکل خلاف ہے چنانچہ حافظ ابن عبد البر ایک مشہور مالکی عالم احمد بن خالد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں مالکی علماء کی ایک جماعت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی

تحفظ سنت کانفرنس

۸/۷ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ ۲/۳ مئی ۲۰۰۱

زیر اہتمام جمعیت علماء ہند

الكتاب والسنة الا ما شاء الله.

(مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج ۲، ص ۲۵۳)

جماعت مسلمین سے مستحکم رابطہ اور پیوستگی دین کے اصول میں سے ہے اور جس مسئلہ میں اختلاف کیا جا رہا ہے وہ ایک غیر واضح فرعی مسئلہ ہے تو فرع و شاخ کی حفاظت میں اصل اور جز کو یکو کر مخرج کیا جاسکتا ہے لیکن عام متعصبین کتاب و سنت کی فہم و معرفت سے عاری ہیں الا ما شاء الله۔

مگر علماء و صلحاء کی اس محبوب و مطلوب راہ اعتدال کو چھوڑ کر عصر حاضر کے غیر مقلدین مسئلہ رفع یدین اور اسی نوع کے دیگر اجتہادی مسائل میں اپنے مختارات اور پسندیدہ مسائل کی تبلیغ و تشہیر اس جارحانہ انداز سے کر رہے ہیں کہ نہ تو ائمہ دین کے علمی و دینی مقام و مرتبہ کا انھیں پاس و لحاظ ہے اور نہ ہی جماعت مسلمین کی اسلامی اخوت اور دینی وحدت کی ادنیٰ فکر ہے۔

ان کے اس بیجا رویہ سے خود مسلمانوں میں باہم بحث و تکرار کا بازار گرم ہے اور عام مجالس کا تو ذکر کیا۔ مساجد تک فساد و جدال کا مرکز بنتی جا رہی ہیں، جس سے نہ صرف معاندین اسلام کو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں زبان طعن و راز کرنے کا موقع مل رہا ہے بلکہ خود مسلمانوں کے ایک طبقہ میں سلف صالحین و ائمہ مجتہدین سے بے اعتمادی اور دین و شریعت سے بیزاری کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور فقہائے احناف کی تشریحات کے مطابق شرعی احکام و مسائل پر عمل پیرا عوام اپنے طریقہ عمل کے بارے میں خود بخود تردد و تذبذب کے شکار ہو رہے ہیں۔

مسئلہ رفع یدین سے متعلق یہ رسالہ کسی کی تردید و تغلیط اور بحث و مناظرہ کے لیے نہیں بلکہ اس غرض سے ترتیب دیا گیا ہے کہ عام مسلمان جو علم یا فرصت کی کمی کے سبب براہ راست فقہ اور حدیث کی بڑی کتابوں کی مراجعت نہیں کر پاتے اس مختصر رسالہ کے مطالعہ سے انھیں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ رفع یدین سے متعلق ان کا طریقہ عمل احادیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، خلفائے

اللہ عنہ سے منقول حدیث کی بناء پر رفع یدین کر لی تھی، اور ایک دوسری جماعت امام مالکؒ کے تلمیذ ابن القاسم کی روایت کے مطابق رفع یدین نہیں کرتی تھی مگر کوئی کسی پر کسی طرح کا نقد نہیں کرتا تھا۔“ (الاصحکار ج ۳، ص ۱۰۳)

حافظ ابن عبد البرؒ اپنے ایک استاد ابو عمر احمد بن عبد اللہ کا یہ بیان بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک دن استاد محترم نے فرمایا کہ ہمارے شیخ ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم جو اپنے معاصر علماء میں علم و فقہ میں فائق تھے رفع یدین کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ استاد محترم کے اس بیان پر میں نے ان سے عرض کیا کہ تو آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے کہ ہم آپ کی اقتداء کرتے۔ استاد محترم نے میرے اس استفسار کے جواب میں فرمایا: ”لا اخالف رواية ابن القاسم لان الجماعة عندنا اليوم عليها و مخالفة الجماعة فيما ابیح لنا لیست من شیم الاثمة۔“ میں ابن القاسم کی روایت کے خلاف عمل نہیں کر سکتا کیونکہ اس وقت ہماری جماعت کا عمل انھیں کی روایت پر ہے اور از روئے شرع جو امور ہمارے لیے مباح ہیں ان میں جماعت کی مخالفت ائمہ دین کی عادت و طریقہ کے خلاف ہے۔ (الاصحکار ج ۳، ص ۱۰۳)

اور عقل و دین دونوں کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جن امور میں توسع پایا جائے کہ ان میں کسی ایک نوع و طریقہ کو لازم کرنے کے بجائے دوسرے طریقہ و نوع کو بھی شریعت جائز و مباح قرار دیتی ہو اور جماعت مسلمین پہلے سے کسی ایک طریقہ پر عمل پیرا ہو تو جماعت کی وحدت اور یک جہتی کو باقی و قائم رکھنے کے لیے عام مسلمانوں کے طریق عمل کی موافقت کی جائے اور بلاوجہ دوسرے طریقہ کو اختیار کر کے اغتشار و اختلاف نہ پیدا کیا جائے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

” فان الاعتصام بالجماعة والائتلاف من اصول الدين،
والفرع المتنازع فيه من الفروع الخفية، فكيف يقدح في
الاصل بحفظ الفرع و جمهور المتعصبين لا يعرفون من

کرام کے اقوال و افعال کو دیکھیں کہ اس ہدایت یافتہ جماعت کا زیر بحث حدیث میں کیا طریق عمل تھا۔ اگر جماعت صحابہؓ یا اکثر حضرات کا قول و عمل اس متعارض و مختلف حدیث میں کسی ایک پر پایا جائے تو وہی حدیث رائج و مقبول ہوگی۔

اور اگر حضرات صحابہؓ کے قول و عمل میں بھی اختلاف پایا جائے تو اس وقت خلفائے راشدین اور فقہائے صحابہؓ کے قول و عمل کو ترجیح ہوگی۔ چنانچہ امام ابو داؤدؒ لکھتے ہیں "اذا تنازع الخبر ان عن النبي صلى الله عليه وسلم نظر الى عمل اصحابه من بعده جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دو حدیثیں بظاہر متعارض ہوں تو آپ کے بعد صحابہ کرام کے عمل کو دیکھا جائے گا۔ (سنن ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۱۵) اس قاعدہ کے مطابق حضرات خلفاء کے عمل کی بناء پر ترک رفع یدین کی روایت رائج ہوگی۔

۳۔ اگر حدیث مرفوعہ سے کوئی عمل ثابت ہو اور جماعت صحابہ کا عمل یا خلفائے راشدین و فقہائے صحابہ کا عمل حضرات صحابہ کے موجودگی میں اس حدیث مرفوعہ کے خلاف ہو اور کوئی صحابی اس پر تکلیف نہ کرے تو ان دونوں صورتوں میں ترجیح صحابہ کے عمل کو ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی صحیح، مرفوع حدیث کے معارض و مخالف کوئی نسبتاً کمزور مرفوع حدیث ہو اور جماعت صحابہ یا صرف خلفائے راشدین و فقہائے صحابہ کا عمل بلا تکلیف اس ضعیف و کمزور حدیث کے مطابق ہو تو اس صورت میں یہی نسبتاً کمزور حدیث رائج ہوگی۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے "اکل مما مست النار" (یعنی آگ سے گرم شدہ چیزوں کو کھانے سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں) کے بارے میں احادیث کے تعارض پر نظر کرتے ہوئے صحیح بخاری میں ایک باب یہ قائم فرمایا ہے "باب من لم يتوضأ من لحم الشاة" (یعنی کن حضرات نے بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں کیا) اور اس باب کے تحت خلفائے راشدین کے "اکل ابوبکر و عمر

راشدین اور فقہائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قول و عمل کے بالکل مطابق ہے اور خیر القرون میں اسی پر تعالٰی رہا ہے لہذا بلاشبہ یہ افضل اور بہتر ہے۔ اصل مسئلہ پر بحث و نظر اور گفتگو سے پہلے درج ذیل امور پیش نظر رکھے جائیں تاکہ اصولی طور پر مسئلہ کی حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو۔

۱۔ شرعی احکام و مسائل کی دو قسمیں ہیں: قطعی و ظنی، پہلی قسم کو غیر مجتہد فیہ اور دوسری قسم کو مجتہد فیہ کہا جاتا ہے۔ قطعی یعنی غیر مجتہد فیہ مسائل میں اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہوتا ہے جو اہل حق میں باہم نہیں ہوا کرتا، اور ظنی مجتہد فیہ مسائل میں اہل حق کا باہمی اختلاف ہوتا ہے جو حق و باطل کا نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو باطل و گمراہ سمجھے، بلکہ اولیٰ و غیر اولیٰ اور رائج و مرجوح کا اختلاف ہوتا ہے، جو شریعت کی نظر میں اختلاف مذموم سے قطعی طور پر خارج ہے۔

مجتہد فیہ مسائل انھیں کہا جاتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث سے صاف طور پر معلوم نہ ہو بلکہ ان میں کتاب و سنت متعدد پہلو کا احتمال رکھتے ہوں، اس صورت میں ایک فقیہ و مجتہد جس پہلو کو سمجھتا اور قرآن کو اس کے مطابق پاتا ہے اس کو رائج سمجھ کر اپنا معمول بہا بنالیتا ہے۔ اور جس پہلو پر اسے قرآن ظاہر نہیں ہوتے یا ظاہر ہوتے ہیں مگر ذوق وجدان کی بناء پر ان قرآن کی جانب اس کی توجہ نہیں ہوتی، تو اس پہلو کو مرجوح قرار دے کر ترک کر دیتا ہے۔ اہل حق کا ایسے ہی متعدد پہلو رکھنے والے مسائل میں بسا اوقات اختلاف ہو جاتا ہے۔ اور جن احکام میں یہ صورت نہیں ہوتی ان میں آج تک اہل حق کا نہ اختلاف ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مسئلہ بھی ظنی یعنی مجتہد فیہ مسائل میں سے ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں بھی رائج و مرجوح بہتر و غیر بہتر ہی کا اختلاف ہے حق و ناحق کا نہیں۔

۲۔ کسی مسئلہ میں اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہم تک اختلاف کے ساتھ پہنچیں تو اس وقت ضروری ہوگا کہ ہم تلافی رسول یعنی صحابہؓ

۴۔ فعل میں ذاتی طور پر دوام کا معنی نہیں ہوتا اور نہ فعل مطلق سے سنت و استحباب کا ثبوت ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يطوف علی نساءہ بغسل واحد“ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک دفعہ غسل فرماتے، لیکن محدثین کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ صرف ایک بار ہوا اور یہ طریقہ نہ سنت ہے نہ مستحب۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، روزے کی حالت میں ازواج مطہرات سے بوس و کنار کرنا، وضو کے بعد بعض ازواج مطہرات کو بوسہ لینا، نماز پڑھنے کی حالت میں دروازہ کھولنا، بچی کو کندھے پر اٹھائے نماز پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن کوئی بھی ان اعمال کے دوام اور بیعتی کا قائل نہیں اور نہ ان کاموں کو سنت و مستحب سمجھتا ہے۔ لہذا اساری عمر میں ایک دفعہ بھی اگر کوئی ان مذکورہ کاموں کو نہ کرے تو اسے ترک سنت کا طعنہ نہیں دیا جاسکتا۔

بالکل یہی حال رفع یدین کا ہے کہ بعض صحیح فعلی روایات سے یہ ثابت ہے لیکن ایک آدھ بار اسے کر لینے سے نہ تو اس کا دوام ثابت ہوگا اور نہ ہی مسنون و مستحب ہوتا۔ بلکہ مسنون و مستحب کے ثبوت کے لیے ضروری ہوگا کہ کوئی ایسی حدیث پیش کی جائے جس سے رفع یدین پر مداومت معلوم ہو۔ اور رفع یدین کو مسنون کہنے والے آج تک اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث پیش نہیں کر سکے ہیں اور نہ آئندہ پیش کر سکتے ہیں۔ اس لیے تاریکین رفع یدین کو ترک سنت کا طعنہ دینا کسی طرح درست نہیں۔

۵۔ اسلامی احکام کی تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ شرعی احکام میں ضرورت و مصلحت کے مطابق تغیر و تبدل ہوا ہے۔ چنانچہ کسی حکمت کے سبب اگر ایک زمانہ میں قبلہ بیت المقدس تھا تو دوسرے زمانہ میں بیت اللہ قبلہ عالم قرار پایا۔ اسی تشریحی طریقہ کے مطابق نماز میں بھی متعدد تغیرات پیش آئے ہیں سنن ابی داؤد کی ایک حدیث میں ان تغیرات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

و عثمان لحماء فلم يتوضأ (حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بکری کا گوشت کھایا اور وضو نہیں کیا) کو نقل کر کے اسی ضابطہ کے مطابق متعارض مرفوع روایتوں میں سے ایک کو خلفائے راشدین کے عمل سے ترجیح دی ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول دعائے افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعا) ”اللهم باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق و المغرب“ الحدیث جس کی تخریج امام بخاری و امام مسلم دونوں بزرگوں نے کی ہے جو متفق علیہ ہونے کی بناء پر محدثین کے نزدیک صحیح ترین روایت ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی اصحیح کی تصریح کی ہے۔ اور ”سبحانک اللہم و بحمدک“ الخ والی روایت جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس مذکورہ روایت سے لمحاظ سند کمتر درجہ کی ہے، پھر بھی ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمل کی وجہ سے اسی کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ شیخ الحدیث علامہ ابوالبرکات المعروف بابن تیمیہ ”الجد“ لکھتے ہیں:

”واختیار هؤلاء بهذا الاستفتاح وجہر عمر بہ احیاناً بمحض من الصحابة ليتعلمه الناس مع ان السنة اخفاء ہ يدل علی انه افضل وانه كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدوام علیہ غالباً الخ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۱۹)

ان حضرات صحابہ کا اس دعاء افتتاح کا اختیار کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرات صحابہ کی موجودگی میں اسے بلند آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں جبکہ دعائے افتتاح کا آہستہ پڑھنا مسنون ہے، یہ بتا رہا ہے کہ افضل سبحانک اللہم الخ کا پڑھنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم اسی پر مداومت فرماتے تھے۔ اس ضابطہ کے تحت ترک رفع یدین کی حدیث سند کے لحاظ سے رفع یدین کی مثبت روایت سے کمتر ہونے کے باوجود خلفائے راشدین و رفقاء صحابہ کے عمل کی بنا پر رائج ہوگی۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عراق میں آمد و رفت ہوتی رہتی تھی، یہ سارے اصحاب رسول اہل عراق کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتے تھے جس طرح انھوں نے اپنے استاذ و معلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سیکھا تھا، اور کسی ایک صحابی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ انھوں نے اہل عراق کے طریقہ نماز پر کوئی نکیر کی ہو، جبکہ صحابہ کرام سے قطعی طور پر یہ بعید ہے کہ وہ کسی کو خلاف سنت عمل کرتے ہوئے دیکھیں اور خاموش رہیں، سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مرٹنے والوں کی اس خاموشی سے لازمی طور پر ثابت ہوا کہ معلم عراق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس تعلیم پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع سکوتی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس تعلیم میں رفع یدین کا نہ ہونا مسلمات میں سے ہے لہذا ترک رفع یدین پر صحابہ کے اس اجماع سکوتی کے بعد اس کے رائج و افضل ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے؟

ان مذکورہ امور کو ذہن میں رکھنے کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت پر بھی نظر ضروری ہے جس کی بنیاد پر آج کل کے غیر مقلدین تارکین رفع یدین پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ روایت جو اگرچہ اصح الاسانید کے درجہ کی ہے پھر بھی اصول محدثین کے تحت اس میں کئی امور قابل غور ہیں۔

الف: اس روایت کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے سالم اسے مرفوع نقل کرتے ہیں اور ان کے آزاد کردہ غلام اور شاگرد رشید نافع موقوف روایت کرتے ہیں، پھر یہ اختلاف غیر اہم بھی نہیں ہے کیونکہ امام اصلی لکھتے ہیں کہ اسی اختلاف کی وجہ سے امام مالکؒ نے اس روایت کو ترک کر دیا (نیل الفریقین ۴۱)۔

ب: مواضع رفع میں اختلاف واضطراب ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں چھ طرح کی روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

”احیلت الصلاة على ثلاثة احوال“ نماز میں تین تغیرات پیش آئے ہیں، مثلاً ابتداء اسلام میں صف بندی نہیں تھی نمازی آگے پیچھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ بعد میں صف بندی کا اہتمام ہوا، پہلے رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا تھا، پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہوا۔ شروع میں نماز میں بولنے، سلام اور چھینک کا جواب دینے کی اجازت تھی، بعد میں ان سب کو منع کر دیا گیا۔ غرض ابتدا میں اس طرح کے بہت سے امور کی گنجائش تھی لیکن رفتہ رفتہ یہ سب ختم ہو گئے اور خشوع و خضوع اور سکون و مناجات پر نماز کا مدار رہ گیا۔

یونہی ابتداء میں رفع یدین بھی کیا جاتا تھا مگر بعد میں حکم خداوندی ”قوموا للہ قانتین“ کے بموجب رفع یدین کے بجائے عدم رفع کو رائج قرار دیا گیا۔

۶۔ حضرات محدثین و فقہاء کے نزدیک ان مقررہ ضوابط کے علاوہ مسئلہ زیر بحث میں صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لیے یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں تعلیمات رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کتابی شکل میں مدون و مرتب نہیں تھیں صحابہ کرام آپؐ کے قول و عمل کے ذریعہ جو کچھ سیکھتے تھے اسے پوری احتیاط کے ساتھ اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔

خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عراق فتح ہوا تو وہاں کے باشندوں کو تعلیمات رسول اور اسلامی احکامات سے آراستہ کرنے کی غرض سے خلیفہ راشد نے بطور خاص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بحیثیت معلم کے اس کے پاس بھیجا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے اہل عراق کو وہی سب کچھ سکھایا جو انھوں نے براہ راست بارگاہ نبوت سے سیکھا تھا اور جس پر وہ خود عمل پیرا تھے۔ معلم عراق عبداللہ بن مسعود کی یہی قولی و عملی تعلیم اہل عراق میں شائع اور عام ہوئی۔

اہل عراق سال کے عام مہینوں کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ موسم حج میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ حاضر ہوتے رہتے تھے، اسی طرح حجاز میں آباد حضرات

جماعة من الصحابة منهم ابن عمر، وابو موسى، وابو سعيد و ابو الدرداء، وانس، وابن عباس و جابر، (الاحكام، ج: ۴، ص: ۱۰۵) یعنی ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے جن میں عبد اللہ بن عمر، ابو موسیٰ اشعری، ابو سعید خدری، ابو الدرداء، انس بن مالک، عبد اللہ بن عباس اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اور التعمید، ج: ۹، ص: ۲۲۸ میں لکھتے ہیں ”و کاذا طاؤس مولیٰ ابن عمر و ایوب السخنیانی یرفعون بین السجدةین وروی عن ابن عمر انه کان یرفع فی کل تکبیرة“ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام طاؤس اور مشہور امام حدیث ایوب سختیانی دونوں سجدوں کے درمیان یعنی جلسہ میں بھی رفع یدین کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

الحاصل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ روایت جس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ثبوت ہے اگرچہ سند کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن محدثین کے ضابطہ کے مطابق اس میں اضطراب ہے، جسے ختم کرنا ممکن نہیں یعنی علم و انصاف کی رو سے یہ ممکن نہیں کہ ایک روایت کو تولیے لیا جائے اور بقیہ ساری روایتوں کو ترک کر دیا جائے، کیونکہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں تنوع رہا ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روایات میں مذکورہ صورتوں میں سے ہر صورت پر عمل کیا ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے جس طرح رفع یدین کا ثبوت ہو رہا ہے اسی طرح ترک رفع بھی ثابت ہے۔ لہذا تارکین رفع یدین پر ترک سنت کا طعنہ دینا کسی طرح درست نہیں بلکہ ان مذکورہ روایات کی بنیاد پر اگر کوئی ان غیر مقلدین کی زبان میں خود انھیں ترک سنت کا الزام دے تو اس الزام کا ان کے پاس کیا جواب ہوگا؟

(۱) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین جیسا کہ مسند حمیدی، صحیح ابی عوانہ اور المدونۃ الکبریٰ وغیرہ میں صحیح سند کے ساتھ روایت موجود ہے۔ جو آئندہ پیش کی جائے گی۔

(۲) صرف دو جگہ رفع یدین یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت جیسا کہ مؤطا امام مالک میں یہ روایت ہے اور اس کے متعدد متابع بھی ہیں اس لیے اسے امام مالک کا وہم نہیں کہا جاسکتا۔

(۳) تین بار رفع یدین، تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت جیسا کہ بخاری وغیرہ میں ہے۔ یہی روایت آج کل کے علمائے غیر مقلدین کی مستدل ہے۔

(۴) چار دفعہ رفع یدین یعنی مذکورہ بالا تین مقامات کے علاوہ قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت، یہ روایت بھی صحیح بخاری میں ہے اور امام بخاری نے ”باب دفع الیدین اذا قام من الركعتین“ کے عنوان سے اسے ذکر کیا ہے۔

(۵) اور بعض روایات میں ان مذکورہ چار مقامات کے علاوہ سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جیسا کہ سنن نسائی میں ہے اور حافظ ابن حجر نے اس روایت کو صحیح ترین روایت قرار دیا ہے اور علامہ نیوی اسے صحیحۃ محفوظۃ غیر شاذۃ کہا ہے۔ “(آثار السنن، ج: ۱، ص: ۱۰۲)

اور امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں بروایت وکیع عن الربیع اسی پر حسن بصری، مجاہد، طاؤس، قیس بن سعد، الحسن بن مسلم کا عمل نقل کیا ہے۔

(۶) بعض روایات میں ان مذکورہ جگہوں پر انحصار نہیں ہے بلکہ ہر خفض و رفع جھکنے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین کی صراحت ہے۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام طحاوی کی مشکل الآثار سے نقل کیا ہے یہ روایت بھی صحیح ہے اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کا اسی کے مطابق عمل تھا چنانچہ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں: ”ودوی الرفع فی الخفض والرفع عن

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱- حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ و ابو کربب قالانا معاویۃ عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال : مالي اراكم رافعي ايديكم كأنها اذ ناب خيل شمس، اسكنوا في الصلوة. الحديث (صحیح مسلم ج: ۱، ص: ۸۱) اور ابوداؤد ج: ۱، ص: ۴۳ اور الترمذی ج: ۱، ص: ۱۷۶) وفي لفظ النسائي، خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن رافعوا ايدينا في الصلوة الخ (۱)

ترجمہ: تمیم بن طرفة حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ شریفہ سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ شریر گھوڑے کی دم ہیں۔ نماز میں پرسکون رہو۔

تشریح: اس صحیح حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام مسجد نبوی میں نوافل پڑھ رہے تھے اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور انھیں دوران نماز رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر نکیر فرمائی اور ہاتھوں کو بار بار اٹھانے کو شریر گھوڑے کی دم سے تشبیہ دی اور اسے خلاف سکون قرار دیتے ہوئے فرمایا ”اسکنوا فی الصلوة“ نماز میں پرسکون رہا کرو۔ یہی حکم قرآن حکیم میں بھی دیا گیا ہے۔ فرمان الہی ہے ”قوموا للہ قانتین“ اللہ کے حضور پرسکون کھڑے ہو، جس سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا خلاف اولیٰ ہونا بالکل ظاہر ہے۔

(۱) حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث ان کے دوسرے شاگرد عبید

اللہ بن القتیبة نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

كنا اذا صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا السلام عليكم ورحمة الله وبركاته و اشار بيده الى الجانبين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم علا ماتمون بايديكم كأنها اذ ناب خيل شمس انما يكفي احدكم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من على يمينه و شماله. (صحیح مسلم ج: ۱، ص: ۱۸۱)

ترجمہ: ہم جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو سلام کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کنے کے ساتھ ہاتھوں کو بھی اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس عمل کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑے کی دم کی طرح کیوں اٹھاتے ہو، تمہارے لیے بس یہی کافی ہے کہ اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں، بائیں اپنے بھائی کو سلام کر لیا کرو۔ ان دونوں مذکورہ حدیثوں میں رفع یدین پر نکیر فرماتے ہوئے آپؐ نے ہاتھوں کے اٹھانے کو شریر گھوڑے کی دم سے تشبیہ دی ہے دونوں روایتوں میں قدر مشترک: بس یہی تشبیہ کا جملہ ہے۔ جس کی بناء پر بعض کبار محدثین اور انھیں کی تقلید و پیروی میں آج کل کے غیر مقلدین یہ باور کرانے پر مصر ہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکورہ رفع یدین پر نکیر کا تعلق نماز کے اختتام پر بوقت سلام ہاتھوں کے اٹھانے سے ہے۔ تمیم بن طرفة سے مروی حضرت جابرؓ کی روایت میں اختصار ہے اور عبید اللہ بن القتیبة سے منقول حضرت جابرؓ کی دوسری روایت میں اسی اختصار کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس لیے یہ بظاہر دو روایتیں ہیں لیکن فی الواقع ایک ہی روایت ہے۔ لیکن درج ذیل وجہ سے دوسری روایت کو پہلی کی تفصیل کہہ کر دونوں کو حدیث واحد قرار دینا خلاف ظاہر ہے جسے درست نہیں کہا جاسکتا ہے۔

الف: دونوں کی سندیں الگ الگ ہیں اور خود حضرات محدثین کا دونوں طریق کو جدا جدا نقل کرنا یہی بتا رہا ہے کہ یہ دونوں اور شد مختلف اوقات میں صادر ہوئے ہیں۔

ب: تمیم بن طرفة کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ”اسکنوا فی الصلوة“ کا تعلق اس رفع یدین سے ہے جو دوران نماز کیا جا رہا تھا۔ جبکہ عبید اللہ بن القتیبة کی روایت میں آپؐ کی نکیر اس رفع یدین پر ہے جو آخر نماز میں سلام پھیرنے کے وقت کیا جا رہا تھا اور یہ بات بالکل ظاہر اور روشن ہے کہ سلام کا وقت نماز سے نکلنے کا وقت ہوتا ہے اس وقت کے

۲- حدثنا هناد، نا وكيع، عن سفيان، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمة، قال: قال عبد الله بن مسعود: الا صلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فصلی فلم يرفع يديه الا في اول مرة، قال: وفي الباب عن البراء بن عازب.

قال ابو عيسى: حديث ابن مسعود، حديث حسن، وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، والتابعين، وهو قول سفيان واهل الكوفة. (جامع ترمذی، ج ۱، ص ۵۵۹، در جہاد رجال مسلم) ترجمہ: علقمہ بن قیس نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں نہ دکھاؤں تمہیں اس طرح نماز پڑھ کر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے؟ (یہ کہہ کر انھوں نے) نماز پڑھی تو رفع یدین ایک دفعہ (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نہیں کیا۔

امام ترمذی وضاحت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اس روایت کے علاوہ ترک رفع یدین کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

ارشاد ”محویمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم“ کا مفاد یہ ہے کہ تحریمہ اور سلام نماز کا جزء نہیں بلکہ اس کی حدود ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حدودی، حقیقتی معنی سے خارج ہوا کرتی ہیں، گوئی کے ساتھ اس کے شدت اتصال کی بنا پر ان کا باہمی فرق و امتیاز محسوس نہ ہو۔

اس لیے سلام کی حالت میں نمازی من وجہ خارج صلاۃ اور من وجہ داخل صلاۃ ہوتا ہے، لہذا دونوں حدیثوں کو ایک ماننے کی صورت میں بھی جب بحالت سلام رفع یدین کے بجائے سکون (یعنی عدم حرکت) مطلوب ہے تو رکوع وغیرہ کی حالت میں جبکہ نمازی من کل الوجوہ اور ہر اعتبار سے داخل صلاۃ ہوتا ہے سکون مطلوب کے برخلاف رفع یدین کس طرح مناسب ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان دونوں حدیثوں کو ان کے ظاہر سیاق کے مقتضی کا لحاظ کرتے ہوئے دو ہی مانا جائے یا بعض اکابر محدثین کے اصرار پر انھیں حدیث واحد کہا جائے بہر صورت رکوع وغیرہ کی حالت میں اس حدیث سے رفع یدین کی منجائش نہیں نکالی جاسکتی۔

کسی عمل کو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نماز کے اندر کا عمل ہے مثلاً سلام کے وقت دائیں بائیں رخ موڑنے والے کو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے نماز میں دائیں بائیں رخ پھیرا۔ ٹھیک اسی طرح سلام پھیرنے والے سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ نماز میں پرسکون رہو، اس لیے ”اسکوا فی الصلوۃ“ کا جملہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ یہ حکم دوران نماز میں دیا گیا تھا نہ کہ آخر نماز میں اس لیے خود حدیث کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں مختلف وقتوں کی الگ الگ ہدایات ہیں۔

ج: تمیم بن طرفہ سے مروی حدیث میں صاف مذکور ہے کہ صحابہ کرام اپنی انفرادی نفوس میں رفع یدین کر رہے تھے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ متبرکہ سے باہر تشریف لائے۔ یعنی آپ ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تھے جبکہ عبید اللہ بن المقبلیہ کی روایت میں بصر احست مذکور ہے کہ صحابہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی حالت میں رفع یدین کیا تھا۔

د: تمیم بن طرفہ کی روایت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ رفع یدین کا یہ عمل صرف ان لوگوں نے کیا تھا جو اس وقت مسجد نبوی میں نفل پڑھ رہے تھے۔ مسجد نبوی میں حاضر سب لوگوں نے یہ عمل نہیں کیا تھا کیونکہ سارے حاضرین اس وقت نفل میں مصروف نہیں تھے پھر جو حضرات اپنی اپنی نفلیں پڑھ رہے تھے ان میں سے سب کا رفع یدین کرنا بھی اس روایت سے معلوم نہیں ہو رہا ہے۔

جب کہ عبید اللہ بن المقبلیہ کی روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ رفع یدین کا عمل سارے حاضرین نے کیا تھا کیونکہ مسجد میں موجود رہتے ہوئے جماعت سے پیچھے رہ جانے کا تصور صحابہ کرام کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا۔

ہ: تمیم بن طرفہ کی نقل کردہ روایت میں رفع یدین سے ممانعت کے الفاظ ”اسکوا فی الصلوۃ“ عام ہیں نماز، جنگانہ کے اندر کسی خاص حالت و وقت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

جب کہ عبید اللہ بن المقبلیہ سے منقول روایت میں ممانعت کا تعلق خاص اس رفع یدین سے ہے جو سلام پھیرنے کے وقت کیا جا رہا تھا۔

ان ذکر کردہ وجوہ سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ مختلف موقع و محل سے متعلق یہ الگ الگ مستقل ارشادات ہیں جنہیں ان کے ظاہر سیاق کے خلاف حدیث واحد قرار دینا حضرات محدثین کے تصرفات اور ان کے بیان کردہ اصول سے انحراف کے مرادف ہے۔

علاوہ ازیں اس موقع پر یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

امام ترمذی یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول یہ حدیث حسن ہے، اور بہت سارے اہل علم صحابہ و تابعین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں۔ اور یہی بات مشہور امام حدیث و فقہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کہتے ہیں۔

۳- حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ، نا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبدالرحمن بن الاسود، عن علقمة قال: قال عبد اللہ بن مسعود: الا اصلی بکم صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة.

(سنن ابی داؤد ج: ۱، ص: ۱۰۹ اور جالہ رجال الصالحین) ترجمہ: علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا نہ دکھاؤں میں تمہیں اس طرح نماز پڑھ کر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ علقمہ کہتے ہیں (یہ کہہ کر) حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز پڑھی اور ایک بار (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا۔

۴- حدثنا الحسن بن علی، نا معاویۃ و خالد بن عمرو، وابو حذیفۃ قالوا: نا سفیان باسنادہ بہذا، قال: فرفع یدیه فی اول مرة، وقال بعضهم مرة واحدة. (سنن ابی داؤد ج: ۱، ص: ۱۰۹)

ترجمہ: معاویہ بن ہشام، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ ان تینوں نے سفیان ثوری سے اوپر مذکور سند (یعنی عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمہ) سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اوپر مذکور حدیث روایت کی البتہ پہلی روایت کے لفظ ”فلم یرفع یدیه الا مرة“ کے بجائے ”فرفع یدیه فی اول مرة“ اور بعض نے ”فرفع یدیه مرة واحدة“ کے الفاظ بیان کیے۔ ان سب لفظوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی صرف ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔

۵- اخبرنا محمود بن غیلان المروزی، حدثنا وکیع، حدثنا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمہ، عن عبداللہ انہ قال: الا اصلی بکم صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة واحدة. (سنن ابی داؤد ج: ۱، ص: ۱۰۹)

ترجمہ: علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں وہ نماز نہ دکھاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے (یہ کہہ کر) انھوں نے نماز پڑھی تو ہاتھوں کو صرف ایک مرتبہ ہی اٹھایا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت)

۶- اخبرنا سويد بن نصر، حدثنا عبد اللہ بن المبارك، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة، عن عبداللہ قال: الا اخبرکم بصلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یعد. (سنن ابی داؤد ج: ۱، ص: ۱۵۸، وقال الشيخ النیسوی هذا اسناد صحیح)

ترجمہ: علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں؟ علقمہ بیان کرتے ہیں کہ (یہ تنبیہی جملہ کہہ کر) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ہاتھوں کو اول مرتبہ اٹھایا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر اس کا اعادہ نہیں کیا۔

۷- حدثنا وکیع، حدثنا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمة قال: قال ابن مسعود: الا اصلی لکم صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة. (مسند امام احمد ج: ۵، ص: ۲۵۱ ج: ۶، ص: ۱۱۵) وفيه رفع یدیه فی اول مرة.

۸- حدثنا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود، عن علقمة، عن عبد اللہ قال: الا اریکم صلاة رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم؟ فلم یرفع الا مرة۔ (۱) (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۷) ترجمہ: علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں نہ دکھاؤں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (یہ کہہ کر انھوں نے نماز پڑھی) تو صرف ایک بار رفع یدین کیا۔

تشریح: خاتمی مرتبت، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے حاضر باش، سفر و حضر میں آپ کے خدام خاص، آپ کی سیرت و سنت کے نمونہ، اور آپ کی تعلیمات و ہدایات کے خزینہ، فقیہ امت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تلامذہ و حاضرین مجلس کو اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ نماز کی عملی طور پر تعلیم کی غرض سے نماز پڑھ کر دکھائی اور اس نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا، جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رفع یدین کا نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے فدائی رسول اور فاضل ترین صحابی (جن کے قول و عمل پر مہر اعتماد ثبت فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ما حدثکم ابن مسعود فصدقہ“ (مسند کماکم، ج: ۳، ص: ۳۱۹) یعنی عبداللہ بن مسعود تم سے جو بات بیان کریں اسے صحیح باور کرو) کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے کوئی بات بیان کریں یا کوئی کام کریں اور اس میں آپ کے طریقہ کی مخالفت کریں چنانچہ امام دارقطنی ایک موقع پر لکھتے ہیں:

(۱) یہ حدیث ان مذکورہ پانچ کتب حدیث کے علاوہ سنن الکبریٰ، بیہقی، ج: ۲، ص: ۸۷، بخاری ابن حزم، ج: ۳، ص: ۲۳۵، شرح السنۃ بغوی، ج: ۳، ص: ۲۳۲ وغیرہ دیگر مسانید، معاجم و مختار ج میں بھی ہے، سنن ابی داؤد، سنن نسائی کی پہلی روایت، اور مسند احمد و مصنف ابن ابی شیبہ کی روایتیں صحیح علی شرط اکثین ہیں کیونکہ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کی سند میں یہ پانچ راوی ہیں وکعب بن الجراح، سفیان ثوری، عاصم بن کلیب، عبدالرحمن بن الاسود اور علقمہ بن قیس تمیز

ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سب کے سب صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں، البتہ عاصم بن کلیب سے امام بخاری نے صرف تعلق روایت کیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ایک راوی عثمان بن ابی شیبہ زائد ہیں اور یہ ترمذی کے علاوہ اصحاب ستہ کے راوی ہیں، اور سنن نسائی کی سند میں عثمان بن ابی شیبہ کی جگہ محمود بن غیلان ہیں جو صحیحین کے راوی ہیں بلکہ ابوداؤد کے علاوہ اصحاب ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ اور ترمذی کی سند علی شرط مسلم ہے کیونکہ ان کی سند میں عثمان بن ابی شیبہ کی بجائے ہناد ہیں جن سے امام بخاری کے علاوہ بقیہ سارے اصحاب ستہ روایت کرتے ہیں۔ اسی لیے امام ابن حزم ظاہری کہتے ہیں ”ان هذا الخبر صحيح“ (مخلی، ج: ۴، ص: ۸۸) بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن القطان قاسی بھی اپنی مشہور کتاب ”بیان الوهم والایہام“ ج: ۳، ص: ۳۶۵ میں امام دارقطنی سے اس حدیث کی صحیح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن قال ذلك الدار قطنی، قال انه حديث صحيح، وانما لا نذكر فيه على وكعب زيادة ”ثم لا يعود“ قالوا انه كان يقولها من قبل نفسه“ پھر اپنی تحقیق ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ”والحدیث عندی بعدالة رواه اقرب الى الصحة وما به علة سوى ما ذكرت۔

معروف محقق علامہ احمد شاکر نے بھی اس حدیث کی صحیح ان الفاظ میں کی ہے ”هو حديث صحيح وما قالوه في تعليله ليس بعله“ (جامع ترمذی تحقیق احمد شاکر، ج: ۲، ص: ۳۱) انھیں الفاظ کے ساتھ عصر حاضر کے مشہور محقق شعیب ارناؤط اور غیر مقلد عالم زہیر الشاوش نے بھی اس حدیث کی صحت کو بیان کیا ہے (شرح السنۃ، ج: ۳، ص: ۲۳) اور معروف ظاہری عالم و ناقد حدیث شیخ ناصر الدین البانی تو نہایت تاکید و جزم کے ساتھ لکھتے ہیں، والحق انه حديث صحيح و اسنادہ صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعله حجة بصلح التعلق بها

ورد الحديث من اجلها، (مشکوٰۃ المصابيح بتحقيق الشيخ البانی، ج: ۱، ص: ۲۵۳) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حزم ظاہری، امام دارقطنی، حافظ ابن القطان قاسی باستثنا لفظ ”ثم لا يعود“ اور محدث البانی ظاہری، محقق احمد شاکر، شیخ شعیب ارناؤط و شیخ زہیر الشاوش کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور بعض محدثین مثلاً امام دارقطنی و ابن القطان وغیرہ نے

اب یہی سفیان ثوری سلسلہ رفع یدین میں وہم کے شکار بنائے جا رہے ہیں اور ان کی روایت پر عبد اللہ بن اور لیس کی روایت کے مقابلہ میں جو ان کی طرح نہ تو حافظ ہیں نہ امام و جتہ خطا اور ضعیف کا حکم چسپاں کیا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ اس روایت کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے جس کا سفیان ثوری کی روایت سے فی الواقع کوئی اختلاف ہی نہیں کیونکہ ابن اور لیس کی یہ روایت مسئلہ تطبیق سے متعلق ہے اور سفیان ثوری کی روایت کا تعلق رفع یدین سے ہے دونوں حدیثوں کا سیاق خود بتا رہا ہے کہ مختلف مسئلوں سے متعلق یہ دو مستقل حدیثیں ہیں اس لیے سرے سے ان میں کوئی مخالفت ہی نہیں کہ ایک کو صواب اور دوسری کو خطا یا صحیح و ضعیف ٹھہرایا جائے۔

اور اگر ان بزرگوں کے احترام میں یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں تو اصولی طور پر سفیان ثوری ہی کی روایت راجح ہوگی کیونکہ سفیان ثوری ثقہ، فقیہ، عابد کے باوصف حافظ، امام اور جتہ بھی ہیں جبکہ ابن اور لیس صرف ثقہ، فقیہ اور عابد ہیں۔ اور حضرات محدثین کا مسلک قاعدہ ہے کہ ثقہ کے مقابلہ میں اوثق کی روایت راجح ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر نظر روایت کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام ترمذی ناقل ہیں کہ مشہور امام حدیث عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں قد ثبت حدیث من یرفع یدیه و ذکر حدیث الزہری عن سالم عن ابیہ، ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیه الا فی اول مرة (جامع ترمذی، ج ۱، ص ۵۹) تو اس اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ گذشتہ سطور میں بیان کردہ تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس فعلی روایت کے تمام راوی ثقہ بلکہ علی شرط مسلم اور بقول بعض علی شرط الشیخین ہیں، نیز امام ترمذی، امام دارقطنی، حافظ ابن حزم ظاہری، حافظ ابن القطان فاسی، احمد شاکر، شیخ البانی، محقق شعبہ اربناوط، اور زہیر الشاذلی صراحۃً اس کی حمین و تصحیح کرتے ہیں تو پھر حضرات محدثین کے اصول کے اعتبار سے امام عبد اللہ بن المبارک کی اس بہم جرح سے یہ روایت کیونکر ضعیف ہو جائے گی، جبکہ حافظ ابن حجر کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ”لا یلزم من نفی الثبوت، ثبوت الضعف لاحتمال ان یروا بالثبوت الصحۃ فلا ینفی الحسن“ (نتائج الافکار بحوالہ نور العین، ص ۵۳) یعنی ثبوت کی نفی سے ضعف کا ثبوت ضروری نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ثبوت سے مراد صحت ہو لہذا لم

اس میں جو علت نکالی ہے وہ ان محققین کے نزدیک لائق اعتبار نہیں جس سے حدیث کی صحت متاثر ہو۔ کیونکہ امام دارقطنی اور حافظ ابن القطان کا لفظ ”ثم لا یعود“ سے انکار اور اسے وکیج کا اضافہ بتانا نہ صرف یہ کہ بلادلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے کیونکہ لفظ ”ثم لا یعود“ کو نقل کرنے میں وکیج منفرد نہیں ہیں کہ اسے انکا اضافہ کہا جائے بلکہ نسائی کی روایت (۶) میں عبد اللہ بن المبارک، بھی سفیان ثوری سے ثم لم یجد کے الفاظ بیان کرتے ہیں، اور سنن ابی داؤد کی روایت (۳) میں معاویہ بن ہشام، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ بھی سفیان ثوری سے ”ثم لا یعود“ کے ہم معنی الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کے بیان میں وکیج منفرد اور اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کے (باستثناء خالد بن عمرو) لائق اعتبار و قوی متابع موجود ہیں تو پھر کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ لفظ خود وکیج کا اپنی جانب سے اضافہ ہے۔

نیز امام دارقطنی کا کتاب العلل میں یہ کہنا کہ وکیج سے ان کے مشاہیر علامہ مثلاً امام احمد بن حنبل، ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابن نمیر نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر یہ مشاہیر ”ثم لا یعود“ کے لفظ کو ذکر نہیں کرتے۔ لہذا یہ زیادتی غیر محفوظ ہے، تو ان کا یہ دعویٰ بھی خلاف واقع ہے کیونکہ حدیث (۸۷) علی الترتیب مسند امام احمد و مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی گئی ہیں جن میں امام احمد اور امام ابن ابی شیبہ دونوں وکیج سے ”فلم یرفع یدیه الا مرة“ کے الفاظ روایت کرتے ہیں اور یہ جملہ ”فرفع یدیه ثم لم یجد“ یا ثم لا یعود کے ہم معنی ہی ہے۔ پھر امام احمد بن حنبل اور ابو بکر بن ابی شیبہ کے متابع ابی داؤد میں عثمان بن ابی شیبہ، جامع ترمذی میں بناد بن السری، سنن نسائی میں محمود بن غیلان اور شرح معانی الآثار میں نعیم بن حداد اور یحییٰ بن یحییٰ ہیں جو سب کے سب وکیج سے ”فلم یرفع یدیه الا مرة“ یا اسی کے ہم معنی الفاظ روایت کرتے ہیں۔ اس لیے اس حدیث پر امام دارقطنی کا یہ اعتراض بھی بے معنی ہے۔

اسی طرح امام ابو حاتم وغیرہ کا یہ کہنا کہ ”ثم لا یعود“ کے لفظ کی زیادتی سفیان ثوری کا وہم ہے، کیونکہ عبد اللہ بن اور لیس کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ نہایت تعجب خیز ہے کیونکہ انہی سفیان ثوری کو آئین الجہر کی روایت میں باور کرایا گیا تھا کہ یہ احفظ الناس ہیں اور ان کے مقابلہ میں امام احمد بن حنبل وغیرہ کے اس فیصلہ کے باوجود کہ ”و شعبة احسن حدیثاً من الثوری“ امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ کا حفظ و ضبط بھی پایہ اعتبار سے ساقط بتایا گیا تھا، لیکن

وعبد الله بن مسعود النقي لسربه واشح على دينه من
ان يروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه يقضى
بقضاء ويفتي هو بخلاف هذا لا يتوهم مثله على

المبارک کی اس جرح کا تعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس فعلی روایت سے نہیں بلکہ
اس قولی روایت سے ہے جسے امام ترمذی نے عبد اللہ بن المبارک سے تعلق اور امام طحاوی وغیرہ
نے مستاذ کر کیا ہے اسی لیے امام ترمذی نے اس جرح کے بعد اس زیر بحث فعلی روایت کو ذکر
کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے۔

پھر سنن نسائی کی روایت (۶) میں خود امام عبد اللہ بن المبارک، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہ کی اس فعلی حدیث کے راوی ہیں تو وہ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔
نیز یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ تمام محدثین و فقہائیک زبان حضرت عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک نقل کرتے ہیں کہ وہ بحکیر تحریر کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے
اور اسی پر ان کے سارے تلامذہ کا بھی عمل تھا۔ اس لیے اگر کوئی شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بیان کرے کہ ”فصلی و لم یرفع یدیه الا اول مرة“ کہ
انھوں نے نماز پڑھی اور صرف ایک بار ہی ہاتھوں کو اٹھایا۔ تو یہ بیان واقع ہو گا جس کے متعلق
جانتے بوجھتے لم یثبت کیسے کہا جاسکتا ہے۔

اس بحث و تحقیق سے یہ بات مدلل طور پر روشن ہو گئی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بلا غبار صحیح ہے اور اس کی صحت پر جو اشکالات کیے گئے ہیں، اصول
محدثین کی رو سے بے بنیاد ہیں جن سے روایت کی صحت متاثر نہیں ہوتی اسی لیے تو جماعت غیر
مقلدین کے نامور محدث شیخ البانی پوری قوت کے ساتھ لکھتے ہیں:

”والحق انه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم، ولم نجد لمن
اعله حجة تتعلق بها ورد الحديث من اجلها. (مشکوٰۃ المصابيح بتحقيق
الشيخ البانی، ج: ۱، ص: ۲۵۴)

حق بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند علی شرط مسلم صحیح ہے اور جن لوگوں
نے اس حدیث میں علت نکالی ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جسے دلیل کے طور پر پیش
کیا جاسکے اور اس کی بناء پر حدیث کو رد کر دیا جائے۔

ثبت سے صرف صحیح کی نفی ہو گی حسن کی نہیں۔

اسی لیے حافظ ابن دین العید کہتے ہیں ”وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع
النظر فيه وهو يدور على عاصم بن كليب و قد وثقه ابن معين“ (نصب الرایۃ، ج: ۱،
ص: ۹۵) یعنی عبد اللہ بن المبارک کے نزدیک اس خبر کا ثابت نہ ہونا اس بات سے مانع نہیں
ہے کہ اس کے راویوں میں بحث و نظر کی جائے (اور بحث و تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ) یہ
حدیث ہاشم بن کلب پر دائر ہے اور ابن معین ان کی توثیق کرتے ہیں (لہذا یہ حدیث صحیح ہے)
علاوہ ازیں خود عبد اللہ بن المبارک کے الفاظ ”ولم یثبت حديث ابن مسعود ان النبي
صلى الله عليه وسلم لم يرفع يديه الا اول مرة“ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ حضرت عبد اللہ
بن مسعود سے ثابت اس فعلی روایت پر کلام نہیں کر رہے ہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے
منقول اس قولی روایت پر جرح کر رہے ہیں جس میں مستاذ اور مرفوعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ترک رفع یدین کے عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
سے مروی یہ صراحۃً مرفوع روایت، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے جس
سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا ہے معارض و مخالف ہے اور وہ پہلے
صراحت کر چکے ہیں کہ ”قد ثبت حديث من يرفع يديه“ تو اس کے معارض و مخالف کو کس
طرح ثابت مان سکتے ہیں۔

خود امام ترمذی نے اپنی سیاق عبارت سے اس کی طرف واضح اشارہ کر دیا ہے کہ عبد اللہ بن
المبارک کی جرح حضرت ابن مسعود کی فعلی روایت پر نہیں بلکہ قولی مرفوع روایت پر ہے۔ کیونکہ
انھوں نے پہلے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی ہے اور اس کی تحسین و تصحیح
اور اس کے مطابق صحابہ و تابعین اور فقہاء کے عمل کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت عبد اللہ بن
المبارک کے کلام قد ثبت حدیث من یرفع یدیه الخ کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد اپنی سند سے
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث فعلی روایت ”الا اصلی بکم صلوة رسول
الله الخ“ ذکر کر کے اسے حسن کہا ہے پھر اس کی تائید میں حضرات صحابہ اور فقہاء کے عمل کو
پیش کیا ہے۔

امام ترمذی کی عبارت کی اس ترتیب میں ادنی تاہل سے واضح ہو جاتا ہے کہ عبد اللہ بن

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (الدار الفطی، ج: ۱، ص: ۳۶۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اپنے دین کو ترجیح دینے والے تھے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کوئی فیصلہ نقل کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے متعلق اس کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس لیے بغیر کسی تردد کے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول یہ فعلی حدیث ناظر ہے کہ عام نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا سنت رسول ہے۔

۸- حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا نعیم بن حماد، قال ثنا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ، عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود۔ (شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۲ و اسنادہ قوی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے بعد دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

۹- حدثنا محمد بن النعمان، قال حدثنا یحییٰ بن یحییٰ، قال حدثنا وکیع، عن سفیان فذکر مثله باسنادہ۔

(شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۲ و اسنادہ ایضاً قوی)

اس حدیث کی سند سفیان ثوری کے آگے بعینہ وہی ہے جو حدیث (۸) کی ہے اور متن کے الفاظ بھی وہی ہیں۔

۱۰- ابو حنیفہ، عن حماد، عن ابراہیم، عن الاسود ان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیه فی اول التکبیر ثم لا یعود لشیء

من ذلك و يؤثر ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم (عقود الجواهر

الحنيفة، ج: ۱، ص: ۱۰۴ و سند ابی حنیفہ و جالہ کلہم لقات)

ترجمہ: اسود نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے اور اپنے اس عمل کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

تشریح: یہی وہ حدیث ہے جسے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے مناظرہ میں امام اوزاعیؒ سے بیان فرمائی تھی اور ثابت کیا تھا کہ اس کی سند کا ہر راوی فقیہ ہے اور امام اوزاعیؒ لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے تھے۔

۱۱- اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ، ثنا محمد بن صالح بن ہانی، ثنا ابراہیم بن محمد بن محمد بن مخلد الضریر، ثنا اسحاق بن ابی اسرائیل ثنا محمد بن جابر، عن حماد بن ابی سلیمان، عن ابراہیم، عن علقمہ، عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر، و عمر فلم یرفعوا ایدیہم الا عند افتتاح الصلوۃ (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۲، ص: ۷۹-۸۰، و قال الحافظ ابن المارذبی اسنادہ جید و رواہ ایضاً الدار الفطی و فیہ قال اسحاق و بہ ناعذ فی الصلوۃ کلہا) (۱)

(۱) اس حدیث کے جملہ راوی ثقہ ہیں البتہ محمد بن جابر انھیں الیمای پر بہت سے ائمہ محدث نے جرح کی ہے لیکن کسی نے انھیں کذب سے متهم نہیں کیا ہے بلکہ سب انھیں صدوق مانتے ہیں۔ لیکن پوچھنے میں تاہین ہو گئے تھے، حافظ بھی غراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کر لیتے تھے۔ ہاں ہمہ لام ابو حاتم الرازی انھیں ابن ابیہرہ پر فوقیت دیتے ہیں اور ابن ابیہرہ محققین کے نزدیک حسن الحدیث ہیں اس لیے محمد بن جابر کی حدیث بھی حسن سے کم درجہ کی نہیں ہو سکتی۔ پھر ان سے روایت کرنے والوں میں ابوب خثیمانی، عبد اللہ بن عون، شعبہ بن الحجاج، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، وکیع بن الجراح، جریر بن عبد الحمید جیسے اکابر محدثین اور ائمہ جرح ہیں لہذا اگر یہ قابل روایت نہ ہوتے تو یہ اساطین ان سے کیوں روایت کرتے بالخصوص امام شعبہ اور ابوب خثیمانی جو شیوخ سے روایت لینے میں بحد محتاط تھے اور ضعیف راویوں سے حدیث نہیں لیتے تھے۔ نیز حافظ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی سب نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا۔

تشریح: حدیث ۸۱۲۸ سے بصراحت ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اکابر اصحاب حضرت ابو بکر و عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ لہذا اس طریقہ کے اولیٰ و افضل ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

۱۲- حدثنا محمد بن الصباح البزاز، نا شريك، عن يزيد بن ابي زياد، عن عبد الرحمن بن ابي ليلى، عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود (سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۰۹)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر اس کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔

۱۳- حدثنا هشيم عن يزيد بن ابي زياد، عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع

نور الدین عثمینی کہتے ہیں "وقد وثقه غير واحد" اور ان غیر واحد میں ایک امام طبرانی بھی ہیں (حاشیہ نصب الرایہ، ج: ۱، ص: ۶۳) پھر حضرات محدثین کا یہ اصول ہے کہ مخطوط راوی سے اگر کوئی ثقہ قبل مخطوط روایت کرے یا اس کی روایت کو قابل اعتبار سمجھ کر اس پر عمل کرے تو وہ حدیث معتبر مان لی جاتی ہے اور محدثین جابر سے ثقہ و ثبت راوی اسحاق بن اسرائیل روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں "وبہ ناخذ سنن دار قطنی، ج: ۱، ص: ۱۱۱" چنانچہ اسی اصول کے پیش نظر ۳۷۳ھ میں علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں "وقد اخذ به اسحاق فيعتبر" نیل الفرقدین، ص: ۹۳۔ علاوہ ان اس روایت کے قوی شواہد بھی موجود ہیں اس لیے اس کے معتبر ہونے میں کسی منصف مزاج کو کلام نہیں ہو سکتا ہے۔

يديه حين افتتح الصلاة ثم لم يرفعهما حتى انصرف." (جامع المسانيد

والسنن، ج: ۲، ص: ۵۶، وقال المحشي اخبره الامام احمد في مسنده، ج: ۴، ص: ۲۸۲) (۱)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز شروع کرنے کے وقت آپ نے ہاتھوں کو اٹھایا پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۱۴- حدثنا اسحاق، حدثنا هشيم، عن يزيد بن ابي زياد، عن عبد الرحمن بن ابي ليلى، عن البراء قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة كبر و رفع يديه حتى كادتا تحاذيان اذنيه ثم لم يعد (مسند ابو يعلى، ج: ۳، ص: ۲۳۸)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں نے اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ وہ تقریباً کانوں کے برابر ہو گئے پھر آپ نے (ہاتھوں کے اٹھانے کا یہ عمل) دوبارہ نہیں کیا۔

۱۵- حدثنا اسحاق، حدثنا ابن ادریس قال: سمعت يزيد بن ابي زياد، عن ابن ابي ليلى، عن البراء قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين استقبال الصلاة حتى رأيت ابهاميه قريبا من اذنيه ثم لم يرفعهما." (مسند ابو يعلى، ج: ۳، ص: ۲۳۹)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جس وقت نماز شروع کی تو ہاتھوں کو اٹھایا

(۱) مسند امام احمد میں "ثم لم يرفعهما حتى انصرف، یا ثم لا يعود وغیرہ جیسے ہم معنی الفاظ نہیں ممکن ہے امام احمد کا طریقہ یہ ہو کہ روایت کے جو الفاظ ان کے نزدیک معقول یا مشکل ہوں انھیں حذف کر دیتے ہوں چنانچہ امام بخاری کے بارے میں اس نوع کے تصرف کا ذکر کیا جاتا ہے دیکھئے فتح الباری ج: ۲، ص: ۳۵۰ باب اذا لم يتم الركوع، ورنہ ہمیشہ کی روایت میں دیگر محدثین کے یہاں یہ الفاظ موجود ہیں۔

یہاں تک کہ میں نے دیکھا آپ کے دونوں انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب ہو گئے اس کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۱۶- عبد الرزاق، عن ابن عیینة، عن یزید عن عبد الرحمن بن ابی لیلی، عن البراء بن عازب قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیه حتی یری ابهامہ قریبا من اذنیہ، وزاد قال مرة واحدة ثم لا تعد لرفعہما فی تلك الصلوة. (مصنف عبد الرزاق، ج: ۳، ص: ۷۰-۷۱)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر (تحریم) کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کے قریب دیکھے جاتے... پھر اس نماز میں دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

۱۷- حدثنا ابو بکر قال حدثنا مؤمل، قال ثنا سفیان، قال حدثنا یزید بن ابی زیاد، عن ابن ابی لیلی، عن البراء بن عازب قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوة رفع یدیه حتی یکون ابهامہ قریبا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود (شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۲)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریم کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے۔ اس کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

۱۸- حدثنا احمد بن علی بن العلاء، ثنا ابو الاشعث، ثنا محمد بن بکر، ثنا شعبہ، عن یزید بن ابی زیاد قال: سمعت ابن ابی لیلی یقول: سمعت البراء فی هذا المجلس یحدث منهم کعب بن عجرة قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوة یرفع یدیه فی اول تکیرة. (سنن الدار قطنی، ج: ۱، ص: ۱۱۰)

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے خاص اسی مجلس (یعنی جامع کوفہ) میں حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اہل مجلس میں سے ایک حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو صرف اول تکبیر (یعنی تکبیر تحریم) میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

۱۹- حدثنا یحییٰ بن محمد بن صاعد، نا محمد بن سلیمان لؤین، ثنا اسماعیل بن زکویا، ثنا یزید بن ابی زیاد، عن عبد الرحمن بن ابی لیلی، عن البراء انه رأى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوة رفع یدیه حتی حاذ ابهامہ اذنیہ ثم لم یعد الی شی من ذلك حتی فرغ من صلاته. (سنن الدار قطنی، ج: ۱، ص: ۱۱۰)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نے نماز شروع فرمائی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ آپ کے کانوں کے مقابل ہو گئے پھر دوبارہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔

۲۰- حدثنا ابو بکر الادمی احمد بن محمد بن اسماعیل، نا عبد اللہ بن محمد بن ایوب المنقرمی، نا علی بن عاصم، نا محمد بن ابی لیلی عن یزید بن ابی زیاد، عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوة فکبر و رفع یدیه حتی ساوی بہما اذنیہ ثم لم یعد.

(سنن الدار قطنی، ج: ۱، ص: ۱۱۰)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ انھیں کانوں کے برابر کر دیا اس کے

بعد دوبارہ نہیں اٹھایا۔

۲۱۔ حدثنا حسين بن عبد الرحمن، انا وكيع، عن ابن ابی لیلی، عن اخیه عیسی، عن الحكم (۱)، عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال: رأیت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم يرفعهما حتى انصرف.

(سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۰۹-۱۱۰)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جس وقت نماز شروع فرمائی تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اس کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۲۲۔ حدثنا ابوبکر قال: نا وكيع، عن ابن ابی لیلی، عن الحكم و عیسی، عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان النبی صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى يفرغ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۱، ص: ۳۶۷)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے اس کے بعد نماز سے فارغ ہونے تک نہیں اٹھاتے تھے۔

۲۳۔ حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا عمرو بن عون، قال انا خالد عن ابن ابی لیلی عن اخیه وعن الحكم عن ابن ابی لیلی عن البراء بن عازب عن النبی صلى الله عليه وسلم مثله.

۲۴۔ وحدثنا محمد بن النعمان قال ثنا يحيى بن يحيى قال حدثنا وكيع عن ابن ابی لیلی عن اخیه و عن الحكم عن ابن ابی لیلی عن

(۱) "عن اخیه عیسی عن الحكم" سب کاتب بے صحیح سند یوں ہے عن اخیه عیسی والحکم، دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ شرح معانی الآثار وغیرہ۔

البراء عن النبی صلى الله عليه وسلم مثله (شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۲)
اس حدیث کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو حدیث (۱۷) کے ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریرہ کہتے تو ہاتھوں کو یہاں تک اٹھاتے کہ آپ کے انگوٹھے آپ کے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے تکبیر تحریرہ کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

تشریح: متعدد سندوں سے مروی یہ حدیث بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کی طرح اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریرہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس لیے ترک رفع یدین ہی اولیٰ و افضل ہو گا۔ (۱)

(۱) رفع یدین چل کرنے والوں کی جانب سے اس حدیث کو ضعیف بتانے کے لیے کہا جاتا ہے۔ الف: اس حدیث کے ایک مرکزی راوی یزید بن ابی زیاد ضعیف ہیں، آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

ب: اس روایت کا آخری لفظ "ثم لا يعود" اسی خرابی کا نتیجہ ہے چنانچہ معروف امام حدیث سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ابی زیاد سے یہ حدیث کہ معطرہ میں سنی تو اس میں یہ لفظ نہیں تھا، پھر جب میں کوذ آیا اور ان سے دوبارہ یہ حدیث سنی تو اس وقت انھوں نے "ثم لا يعود" کی زیادتی بھی بیان کی جس سے مجھے یہ گمان ہوا کہ لوگوں نے انھیں یہ لفظ پکڑا دیا ہے اور وہ خرابی حافظہ کے باعث بے جا بولے جاتے ہوئے اسے روایت کرنے لگے ہیں۔ (فطنت انھم لقنوه)
ج: امام سفیان بن عیینہ کے گمان کی تائید و تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ یزید بن ابی زیاد کے قدیم حاذیہ مثلاً سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، سفیان بن عیینہ، ہشام الواسطی، زہیر بن معاویہ، خالد بن عبد اللہ الطحان، عبد اللہ بن ادريس وغیرہ ثم لا يعود کا لفظ ان سے نقل نہیں کرتے۔ البتہ ان کے آخری دور کے شاگرد (جب کہ ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا) اسے بیان کرتے ہیں لہذا "ثم لا يعود" کا اضافہ صحیح نہیں بلکہ امام بخاری کے بقول "والمحفوظ ما روی عنہ الثوری و شعبہ و ابن عیینہ قدیما" یعنی وہی روایت غلطی سے محفوظ اور صحیح ہے جسے یزید بن ابی زیاد کے قدیم حاذیہ سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ان اعتراضات کی

مس ۱۲۹: ۱۳۰) امام بخاری نے صحیح میں ان سے تعلق ایک کلمہ کے معنی کی روایت لی ہے اور امام مسلم اپنی صحیح میں مقرونان سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی نے ان کی روایتوں کی تحسین کی ہے۔ علاوہ انہیں یہ عطاء بن السائب کے ہم درجہ ہیں اور عطاء بن السائب سے امام بخاری اور اصحاب سنن روایت کرتے ہیں اس لیے علی الاطلاق انہیں ضعیف کہنا درست نہیں۔ چنانچہ علامہ احمد شاکر لکھتے ہیں: "ویزید ہذا ضعفہ بعضهم من قبل انہ شیعی و من قبل انہ اختلط فی آخر حیاته والحق انہ ثقہ" (جامع ترمذی تحقیق و شرح الشیخ احمد شاکر، ج ۱، ص ۱۹۵) یعنی یزید بن ابی زیاد کو بعض محدثین نے ان کے شیعی ہونے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور بعض نے ان کے آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی بناء پر حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔

ایک ضروری تنبیہ اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ مشہور غیر مقلد محدث قاضی شوکانی نے برہائے غلطی زیر بحث یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی ابو عبد اللہ، کو یزید بن زیاد بقول بعض بن ابی زیاد القرشی الدمشقی سمجھ لیا اور غلطی رچا لے کر یزید بن ابی زیاد کوئی پرچسپاں کر دیں، کی ہیں ان سب کو خلیل الاوطار، ج ۱، ص ۲۷۵ میں زیر بحث یزید بن ابی زیاد کوئی پرچسپاں کر دیں، اور انہیں کی تقلید و اتباع میں مولانا حافظ عبد الرحمن مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۹۶ میں لکھ دیا کہ یزید سن الحدیث نہیں ہیں اس لیے امام ترمذی نے ان سے مروی حدیث کی تحسین کی اور وجہ سے کی ہے جب کہ یزید بن ابی زیاد کوئی حسن الحدیث سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں اور امام ترمذی کی تحسین بالکل درست اور بے غبار ہے جس میں کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ بعینہ یہی وہم امام نووی کو مقدمہ مسلم کی شرح میں پیش آگیا ہے جس پر حافظ ابن حجر نے تہذیب المعجم، ج ۱۱، ص ۲۸۷ پر نقد کیا ہے۔

(ب) اگر ہاید عوفی کہ حضرت برہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں آخری جملہ "ثم لا يعود" یا "ثم لم يعد" بعد کا اضافہ ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ یزید بن ابی زیاد سے اس حدیث کی روایت کرنے والے ان کے قدیم علائقہ اس جملہ کو نقل نہیں کرتے البتہ ان کی آخری عمر میں (جب کہ ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کرنے لگے تھے) جن لوگوں نے ان سے حدیث کی سماعت کی ہے وہی اس اضافی جملہ کو ان سے نقل کرتے ہیں۔

ان ائمہ حدیث کی جلالت قدر اور بلندی درجات کے بھرپور احساس و اعتراف کے ساتھ

تفصیل کے لیے جرور فیرین از امام بخاری، ص ۱۵۰، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۰۹، السنن الکبریٰ از امام بیہقی، ج ۲، ص ۷۶، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۹۶، از حافظ عبد الرحمن مبارک پوری، العون المعبود، ج ۱، ص ۳۵۱ از مولانا مجلس الحق عظیم آبادی وغیرہ کتابیں دیکھی جائیں۔
ذیل میں ان اشکالات کے جواب ملاحظہ کیجئے۔

(الف) برہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے ایک راوی یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی دلاء والکوفی پر اگرچہ بعض ارباب جرح و تعدیل نے ان کے مذہب تشیع اور آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی بناء پر کلام کیا ہے۔ لیکن انہیں علی الاطلاق ضعیف قرار دینا خلاف انصاف ہے۔ کیونکہ امام مسلم یزید بن ابی زیاد کو ان رجال میں شمار کرتے ہیں جو سچے اور عدالت و مروت کے منافی امور سے بری ہیں، (مقدمہ مسلم مدفع الملبم، ص ۱۱۶) امام احمد بن صالح کہتے ہیں: "یزید بن ابی زیاد ثقہ ہیں جو لوگ ان میں کلام کرتے ہیں ان کا قول مجھے پسند نہیں۔" (تاریخ اسماء الثقات لابن الشاہین، ص ۱۹۷) امام شعبہ ان کے بارے میں کہتے ہیں "یزید بن ابی زیاد سے حدیثیں لکھنے کے بعد مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کسی اور سے احادیث نہ لکھوں۔" (میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۲۳) امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ "مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے ان کی حدیثیں ترک کر دی ہوں البتہ ان کے مقابلہ میں دوسرے قوی و متفق راوی مجھے زیادہ پسند ہیں" (تہذیب المعجم، ج ۱۱، ص ۲۸۶) سفیان بن یعقوب کہتے ہیں کہ "تفسیر حافظہ کی بناء پر گو کہ لوگوں نے ان میں کلام کیا ہے پھر بھی وہ عادل و ثقہ ہیں اگرچہ حکم و منصور کے درجہ کے نہ ہوں۔" امام عجل انہیں جائز الحدیث کہتے ہیں اور یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ "تہذیب المعجم، ج ۱۱، ص ۲۸۶) امام ابن حبان کہتے ہیں کہ "یزید صدوق ہیں البتہ بوڑھے ہو جانے پر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کرنے لگے تھے اس وجہ سے ان کی حدیثوں میں مناکیر داخل ہو گئیں۔ لہذا جن لوگوں نے ان سے تفسیر حافظہ سے پہلے حدیثیں سنیں ان کا سامع صحیح ہے۔" (تہذیب المعجم، ج ۱۱، ص ۲۸۷) امام ذہبی اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ یقین نہیں تھے انہیں اللہ، الحمد للہ، فان اللہ اعلم جیسے وقع الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان سے لائق اعتبار ہونے پر جا بجا اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "امام شعبہ نقد رجال میں کمال مہارت و حدیث کے باوجود ان سے روایت کرتے ہیں۔" (سیر اعلام النبلاء، ج ۶،

عرض ہے کہ خود انہی بزرگوں کے مقررہ و مسلمہ اصول کے لحاظ سے یہ دعویٰ اور اس کی دلیل دونوں محل نظر ہیں، کیونکہ یزید بن ابی زیاد سے ”ثم لا یعود“ یا اس کے ہم معنی الفاظ، مسند ابی یعلیٰ اور جامع المسانید والسنن میں ہشتم سے، معنی عبد الرزاق میں ابن عیینہ سے، شرح معانی الآثار میں سفیان ثوری سے، مسند ابی یعلیٰ میں ابن اور یس سے، سنن الدار قطنی میں شعبہ، اسماعیل بن زکریا اور محمد بن عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ سے مذکور ہیں (حدیث ۲۰۲۱۲، ایک بار پھر ملاحظہ کر لی جائیں) اور یہ سب کے سب یزید بن ابی زیاد کے قدیم تلامذہ ہیں بالخصوص شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن اور یس اور ہشتم کے بارے میں تو خود امام بخاری، امام داؤد اور ابو سعید الدار قطنی نے صراحت کی ہے کہ یہ یزید مذکور کے قدیم تلامذہ میں داخل ہیں اور جب سفیان بن عیینہ کا سامع قدیم ہے تو محمد بن عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ، اسماعیل بن زکریا اور شریک بھی لازمی طور پر یزید کے قدیم تلامذہ میں شمار ہوں گے کیونکہ یہ تینوں ابن عیینہ سے عمر دراز اور یزید بن ابی زیاد کے ہم وطن کوئی ہی ہیں۔

یزید بن ابی زیاد کے قدیم تلامذہ کی یہ جماعت (جن میں اکثریت حفاظ حدیث کی ہے) ”ثم لا یعود“ یا اس کے ہم معنی الفاظ کی روایت میں متفق ہیں تو پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس لفظ کو صرف ان کے آخری دور کے تلامذہ روایت کرتے ہیں قدیم تلامذہ کی روایتیں اس زیادتی سے خالی ہیں۔ اس لیے ام بخاری کے فیصلہ ”والمحفوظ ما روٰ عن سفیان، و شعبہ، و ابن عیینہ“ (جزء رفع یدین، ص ۱۵) کے بموجب ”ثم لا یعود“ کا لفظ محفوظ ہے اور شریک کے تفریہ یزید بن ابی زیاد کی تحقیق کی بات محض ایک ظن ہے اور والظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ پھر یزید بن ابی زیاد کے تلقین قبول کرنے کے بارے میں امام الحدیث سفیان بن عیینہ سے جو یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ”حدثنا یزید بن ابی زیاد بمكة فذكر هذا الحديث ليس فيه ثم لا یعود“ و قال سفیان لما قدمت الكوفة سمعت يحدث به فيقول فيه ”ثم لا یعود“ فظننت انهم لقنوه و قال احبابنا ان حفظه قد تغير او قالوا قد اساء

(السنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۷۶)

امام سفیان بن عیینہ فرما۔ نہیں کہ یزید بن ابی زیاد نے مکہ معظمہ میں ہم سے حدیث بیان کی اور حضرت برابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ذکر کی اس میں ”ثم لا یعود“ کا لفظ نہیں تھا پھر جب

میں کوفہ آیا تو ان سے یہی حدیث ”ثم لا یعود“ کے اضافہ کے ساتھ بیان کرتے ہوئے سنی تو مجھے گمان ہوا کہ لوگوں نے انہیں یہ لفظ پکڑا دیا ہے اور انہوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔

تو آپ نے اس روایت کو تاریخ کے آئینہ میں دیکھا جائے کہ تاریخ اس بارے میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے۔ علمائے اسلام ارجال کے بیان کے مطابق۔

۱- یزید بن ابی زیاد ۳۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے اور کوفہ ہی میں ۱۳۶ھ میں عمر ۸۹ سال ان کا انتقال ہوا۔

۲- سفیان بن عیینہ ۶۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۶۳ھ میں کوفہ سے منتقل ہو کر مکہ معظمہ کو وطن بنالیا اور مکہ معظمہ ہی میں ۹۸ھ میں عمر ۹۱ سال وفات پائی۔

یزید بن ابی زیاد، اور سفیان بن عیینہ کی ولادت و وفات اور سفیان کے مکہ معظمہ کو وطن بنالینے کی تاریخوں سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

الف: سفیان بن عیینہ کی پیدائش کے وقت یزید بن ابی زیاد کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔

ب: ابن عیینہ کی کوفہ سے نقل مکانی یزید بن ابی زیاد کی وفات سے ۷۷ برس بعد ہوئی۔

ج: سفیان کو یزید کے زمانہ حیات سے کل ۲۹ سال ملے اور اس مدت میں دونوں کوفہ ہی میں سکونت پزیر رہے۔

تاریخ کی اس شہادت کے تحت یہ کیسے ممکن ہو گا کہ یزید بن ابی زیاد کی عمر کے ابتدائی زمانہ میں سفیان بن عیینہ نے مکہ معظمہ میں ان سے ملاقات کی اور حدیثیں سنیں۔ تاریخی شہادت سے خود اس روایت کا ثبوت ہی مشتبہ ہو جاتا ہے تو اس کی بنیاد پر ”ثم لا یعود“ کو غیر محفوظ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ دونوں کی یہ ملاقات مکہ معظمہ میں دوران حج ہوئی ہوگی، تو اس وقت یہ بھی لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ یہ ملاقات یزید بن ابی زیاد کی عمر کے اوائل میں نہیں بلکہ آخری زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ وہ بقول محدثین اختلاط کے شکار ہو چکے تھے اس صورت میں سفیان بن عیینہ کی اس روایت کے مقابلہ میں یزید کے قدیم تلامذہ محمد بن ابی یعلیٰ، شعبہ، اسماعیل بن زکریا، سفیان ثوری، ہشتم، شریک بن عبد اللہ وغیرہ کی روایتیں ہی محفوظ و راجح ہو گئی۔ قدر۔

مزید برآں ”ثم لا یعود“ کا لفظ عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ سے نقل کرنے میں یزید بن ابی زیاد

۲۵- حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي و سعدان بن نصر و شعيب بن عمرو في آخرين قالوا: حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري، عن سالم، عن ابيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذ و منكبيه، و اذا اراد ان يركع و بعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما، وقال بعضهم: لا يرفع بين السجدين "والمعنى واحد".

(صحيح ابو عوانه، ج: ۲، ص: ۹۰)

ترجمہ: سالم اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل تک اٹھایا۔۔۔ اور رکوع میں جانے کا ارادہ فرمانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔ امام ابو عوانہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ، سعدان، شعیب وغیرہ میں سے بعض نے یہ بھی بیان کیا کہ دونوں سجدوں کے درمیان (یعنی جلسہ میں) ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

۲۶- حدثنا الصائغ بمكة قال: حدثنا الحميدي قال: حدثنا سفيان،

منفر داور اکیلے نہیں ہیں کہ اسے ان کا نہ رج اور اپنی جانب سے اضافہ کہا جائے۔ بلکہ اس لفظ کو عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے اور دو ثقہ راوی عیسیٰ ابن ابی لیلیٰ اور الحکم بن عیسیٰ بھی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ اور شرح معانی الآثار میں مذکور احادیث ۲۱، ۲۲، ۲۳ سے واضح ہے۔ البتہ عیسیٰ اور الحکم کی یہ روایتیں محمد ابن ابی لیلیٰ کی سند سے ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن حضرات محدثین کی صراحت کے مطابق یہ صدوق، کسی الخط ہیں، اور اس درجہ کاراوی محدثین کے نزدیک قابل متابعت مانا جاتا ہے، لہذا اس معتبر متابعت سے "ثم لا يبعد" کی زیادتی کے سلسلہ میں یزید بن ابی زیاد تلقین کی جرح سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ان تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر جو کلام کیا گیا ہے وہ اصول محدثین کے اعتبار سے غیر مضربے اور یہ روایت بلاشبہ لائق استدلال ہے۔

عن الزهري، قال اخبرني سالم، عن ابيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله (صحيح ابو عوانه، ج: ۲، ص: ۹۱)

اس حدیث کے الفاظ و معانی بعینہ وہی ہیں جو حدیث ۲۵ کے ہیں صرف ستر بدلی ہوئی ہے۔

۲۷- حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان، قال حدثنا الزهري، قال اخبرني سالم بن عبد الله، عن ابيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حذ و منكبيه و اذا اراد ان يركع و بعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدين.

(مسند حمیدی، ج: ۲، ص: ۲۷۷)

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور رکوع کا ارادہ فرمانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھوں کو نہیں اٹھایا اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھوں کو اٹھایا۔

تشریح: متخرج ابو عوانہ (جو محدثین کے یہاں صحیح بخاری و صحیح مسلم کی طرح کتب صحاح میں شمار ہوتی ہے) اور امام بخاری کے اہم ترین استاذ امام حمیدی کی مسند میں مذکور یہ تینوں حدیثیں سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں نیز علت و شذوذ سے بھی بری ہیں۔ اور ترک رفع یدین میں بلکہ صریح ہیں۔

رہا بعض علمائے غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ خفی علماء نے اس میں تحریف کر دی ہے، یہ ایک ایسا دعویٰ بے دلیل ہے جس کی علمی دنیا میں پرکاش کی بھی حیثیت نہیں۔ بلکہ یہ خالص بہتان ہے۔ دونوں مذکورہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان میں ان حدیثوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں علماء غیر مقلدین کے استاذ الکمل مولانا سید نذیر حسین محدث کے دو شاگردوں حافظ نذیر حسین معروف بہ زین العابدین اور محی الدین

ریشی کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مسند حمیدی کا قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا جی چاہے آکر دیکھ سکتا ہے (صلائے عام پیار ان...)

۲۸- عن عبد الله بن عون الخزاز، ثنا مالك، عن الزهري، عن سالم، عن ابن عمر، ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ثم لا يعود.. (ذكره البيهقي في الخلائط كما في نصب الأمانة، ج: ۱، ص: ۳۰۳) (۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز شروع کرنے (یعنی تکبیر تحریمہ) کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ بعد ازاں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث ترک رفع میں بالکل صریح ہے۔ جس میں کسی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۱) امام ذہبی نے سند کے ابتدائی حصہ کو قطعاً حذف کر دیا ہے، سند میں مذکور وہ جال سے پہلے اگر کوئی راوی ضعیف ہو تا تو محدثین کی عادت کے مطابق اس کا ذکر ضرور کرتے، اور سند کے مذکور حصہ کے پہلے راوی عبد اللہ بن عون الہلالی الخزاز (جو مسلم و نسائی کے راوی ہیں) کے علاوہ پوری سند حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق اصح الاسانید کے قبیل سے ہے لہذا یہ روایت جس کی تائید امام ابو حوانہ اور امام حمیدی کی ذکر کردہ حدیثوں اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے بھی ہوتی ہے بلا تردد صحیح ہے اور کسی کے بلاوجہ ضعیف کہہ دینے سے ہرگز ضعیف نہیں ہوگی۔ چنانچہ صحاح ستہ کے شارح، محدث حجاز شیخ عابد سندھی لکھتے ہیں:

"قلت تضعيف الحديث لا يثبت بمجرد الحكم و انما يثبت ببیان وجوه الطعن فيه و حديث ابن عمر الذي رواه البيهقي في خلائطه رجاله رجال الصحيح، لما ارى له ضعفا بعد ذلك، اللهم الا ان يكون الراوى عن مالك مطعونا، لكن الاصل العدم فلهذا الحديث عندى صحيح لا محالة" (مواہب لطیف شرح مسند ابی حنیفہ قلمی بحوالہ معارف السنن، ج: ۲، ص: ۳۹۸)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ضعف محض کسی کے ضعیف کہہ دینے سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اسباب طعن بیان کرنے سے ہو گا اور یہ حدیث جسے امام بیہقی نے خلائیات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس کے رجال صحیحین کے

۲۹- ابن وهب، عن مالك بن انس، عن ابن شهاب، عن سالم بن عبد الله، عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلاة. (المندونة الكبرى، ج: ۱، ص: ۱۹)

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔

تشریح: مذہب مالکی کی عظیم و معتمد ترین کتاب "المندونة الكبرى" میں یہ حدیث ترک رفع یدین کی دلیل میں پیش کی گئی ہے۔ جس کے راوی امام مالک کے مشہور شاگرد ابن وہب ہیں نیز امام مالک کے ایک دوسرے فاضل تلمیذ ابن القاسم بھی امام مالک سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

البتہ حدیث میں رکوع میں جانے کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد ترک رفع یدین کا لفظ ذکر نہیں لیکن حدیث پاک میں شرط یعنی "اذا افتتح التكبير للصلاة" کو مؤخر اور جزا یعنی "كان يرفع يديه" کو مقدم کر کے رفع

رجال ہیں، لہذا سند کے صحیح ہونے کے بعد اس میں کوئی ضعف مجھے معلوم نہیں ہوتا ہاں اگر امام مالک سے نقل کرنے والے راوی مجروح ہوں تو (دوسری بات ہے اور ان میں جرح ثابت نہیں) لہذا اس عدم ثبوت کی صورت میں اصل کے لحاظ سے ان پر عدم جرح ہی ہوگی۔ اس لیے میرے نزدیک یہ حدیث یقینی طور پر صحیح ہے۔

محض اس بنیاد پر کہ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی معروف حدیث کے خلاف ہے اسے مقلوب و موضوع کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اس بنیاد پر تو جن ائمہ حدیث و فقہ کے نزدیک ترک رفع کی صحت تحقیق ہو چکی ہے وہ رفع یدین کی مثبت ساری روایتوں کو موضوع و مقلوب کہہ دیں تو کیا ان کا یہ قول قابل قبول ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جن حضرات نے محض اسی بناء پر اس صحیح الاسناد حدیث کو ضعیف اور مقلوب و موضوع کہہ دیا ہے ان کی یہ بات کس طرح قبول کی جاسکتی ہے۔

۳۱- حدثنا احمد بن شعيب ابو عبد الرحمن نسائي، ثنا عمرو بن يزيد ابو يزيد الجرمي، ثنا سيف بن عبيد الله، ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: السجود على سبعة اعضاء: اليدين، والقدمين، والركبتين، والجبهة، ورفع الايدي اذا رايت البيت، وعلى الصفاء والمروة وبعرفة، وعند رمي الجمار، واذا اقيمت الصلاة (معجم كبير طبراني، ج ۱۱، ص ۳۵۲) وقال الهيثمي وفي الاسناد الاول محمد بن ابي ليلى وهو من الحفاظ وحديثه حسن انشاء الله، وفي الثاني عطاء بن السائب وقد اختلط "معجم الزوائد، ج ۳، ص ۲۳۸" وقال العزیزی شارح الجامع الصغير: قال الشيخ: حديث صحيح (نيل الغرقين، ص ۱۳۷) (۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ، دونوں پیر، دونوں گھٹنے اور پیشانی پر اور رفع یدین ان موقعوں پر ہوتا ہے۔ جب بیت اللہ دیکھے، اور صفا و مردہ پر، عرفہ میں (وقوف کے وقت) کرمی جمار کے وقت، اور جب نماز شروع کی جائے۔

(۱) ورقاء بن عمرو الشجرى ابو بشر الكوفى امام شعبہ کے ہم عصر ہیں اور حضرات محدثین کے نزدیک شعبہ کا عطاء سے سلع قدیم و معج ہے۔ اس لیے بظاہر و قہ کا سلع بھی قدیم ہی ہو گا کیونکہ ابن حبان نے صراحت کی ہے کہ عطاء بن السائب آخری عمر میں اختلاط کے شکار ہو گئے تھے اور ان میں اس درجہ کا اختلاط بھی نہیں تھا کہ وہ لوہا و حمل سے ہٹ جاتے، علاوہ ازیں امام طبرانی نے یہ حدیث امام نسائی سے روایت کی ہے اور امام نسائی کی یہ عادت معروف ہے کہ وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی ساتھ و متروک سے روایت نہیں کرتے اس لیے اس کی سند بلاشبہ صحیح ہے۔ رہا مسئلہ مرفوع و موقوف کے اختلاف کا تو یہ روایت دونوں طرح سے ثابت ہے پھر اس نوع کے اختلاف میں اکثر محدثین زیادتی ثقہ کا اعتبار کر کے مرفوع کو ترجیح دیتے ہیں اس لیے یہ علت بھی روایت کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوگی۔

یدین کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ محدود و محصور کر دیا گیا ہے کیونکہ کلام عرب کا مشہور ضابطہ ہے کہ "التقديم ما حقه التأخير يفيد الحصر" اس لیے تکبیر تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین پر حضرات مالکیہ وغیرہ کا اس حدیث سے استدلال بلاغبار صحیح ہے اور جن لوگوں نے مسئلہ زیر بحث میں اس حدیث سے استدلال پر اعتراض کیا ہے وہ برائے اعتراض ہی ہے۔

۳۰- حدثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، حدثنا محمد بن عمران بن ابی لیلی، حدثنی ابی، عن ابن ابی لیلی، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا ترفع الايدي الا في سبعة مواطن ا حين يفتح الصلاة، وحين يدخل المسجد الحرام لينظر الى البيت، وحين يقوم على الصفاء، وحين يقوم على المروة، وحين يقف مع الناس عشية عرفة وجمع، والمقامين حين يرمي الجمره. (رواه الطبراني في معجمه كمالی نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۳۹۰، و ذکرہ البخاری فی جزء رفع الیدین تعلیقاً، ص ۲۵، وقال النواب صدیق حسن خان الفربانی: سندہ جید، نزل الابرار، ص ۲۳)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا نہ اٹھائے جائیں مگر سات جگہوں میں، جب نماز شروع کی جائے، جب مسجد حرام میں داخل ہو اور بیت اللہ پر نگاہ پڑے اور جب صفا و مردہ پر کھڑا ہو، اور جب لوگوں کے ساتھ بعد زوال عرفہ میں وقوف کرے اور جب مزدلفہ میں وقوف کرے اور دونوں جمرہ کی رمی کے وقت۔

تشریح: اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لیے، وتر، جنازہ، عیدین، دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔

اس حدیث پاک سے بھی بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔

۳۲- حدثنا ابن داؤد، قال حدثنا نعيم قال حدثنا الفضل بن موسى قال ثنا ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر، وعن الحكم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ترفع الایدی فی سبع مواطن: فی افتتاح الصلاة، و عند البیت، و علی الصفا والمروة، و بعرفات، و بالمزدلفة، و عند الجمرتين.

(شرح معنی الآثار، ج: ۱، ص: ۳۹۰ و سندہ حسن)

ترجمہ: محمد ابن ابی لیلیٰ بواسطہ نافع حضرت عبد اللہ بن عمر سے اور بواسطہ الحكم عن مقسم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سات موقعوں پر ہاتھ اٹھائے جائیں، ابتدائے نماز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت، صفا و مروه پر، عرفات میں (بعد زوال و قوف کے وقت) مزدلفہ میں (بوقت وقوف) اور جمرتین پر کٹکری مارنے کے وقت۔

تشریح: حدیث ۳۰ کی طرح ۳۲ میں بھی اسی بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔

۳۳- حدثنا مسدد، نا یحیی، عن ابن ابی ذئب، عن سعید بن مسعان، عن ابی ہریرۃ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل فی الصلوۃ رفع یدیه مَدًّا۔ (سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۰۰ و سکت ہو والمنبری و قال لقاضی الشوکانی لا مطعن فی استادہ، نیل الاوطار، ج: ۲، ص: ۱۹۷ و أخرجه الترمذی فی جامعہ، ج: ۲، ص: ۶۰ و الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۲۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے (یعنی تکبیر تحریمہ کہتے) تو ہاتھوں کو خوب بلند کر کے اٹھاتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کو امام ابو داؤد نے باب ”من لم یذکر الرفع عند الركوع“ کے تحت ذکر کر کے تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی وغیرہ کے وقت ترک رفع یدین پر اس سے استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین اور اس کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر کیا اگر دیگر تکبیروں کے وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو اٹھاتے تو اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔

۳۴- عن نعيم المجمع و ابی جعفر القاری عن ابی ہریرۃ انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة و یکبر کلمتا خفض و رفع ویقول: انا اشبهکم صلاة برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (التمهید للحافظ ابن عبد البر، ج: ۹، ص: ۴۱۵)

ترجمہ: نعیم المجمع اور ابو جعفر قاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے (اور بقیہ) جھکنے و اٹھنے کے وقت صرف تکبیر کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔

تشریح: اس مرفوع روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے۔

۳۵- عن عبد الرحيم بن سليمان، عن ابی بکر النهشلی، عن عاصم بن کلیب، عن ابیہ، عن علی، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول الصلاة ثم لا یعود۔ (العلل الواردة فی الاحادیث النبویہ، ج: ۲، ص: ۱۰۶)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابتداء نماز (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث بھی اپنے مفہوم میں واضح ہے اور اس بارے میں صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

۳۶- حدثنا ابو النصر، حدثنا عبد الحميد بن بهرام الفراءى، عن شهر بن حوشب، حدثنا عبد الرحمن بن غنم، ان ابا مالك الاشعري جمع قومه فقال يا معشر الاشعريين اجتمعوا واجمعوا نساءكم و ابناؤكم، اعلمكم صلاة النبى صلى الله عليه وسلم صلى لنا بالمدينة، فاجتمعوا وجمعوا نساءهم و ابناؤهم، فتوضاء و اراهم كيف يتوضاء فاحصى الوضوء الى اماكنه حتى لما فاء الفى وانكسر الظل قام فاذا ن فصف الرجال فى ادنى الصف و صف الولدان خلفهم و صف النساء خلف الولدان ثم اقام الصلاة فتقدم فرفع يديه فكبر فقراء فاتحة الكتاب و سورة يسرهما ثم كبر فركع فقال سبحان الله و بحمده ثلاث مرات ثم قال سمع الله لمن حمده واستوى قائما ثم كبر و خر ساجدا ثم كبر فرفع راسه ثم كبر فسجد ثم كبر فانھض قائما فكان تكبيره فى اول ركعت ست تكبيرات و كبر حين قام الى الركعة الثانية فلما قضى صلاته اقبل الى قومه بوجهه فقال احفظوا تكبيرى و تعلموا ركوعى و سجودى فانهما صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم التى كان يصلى لنا كذا الساعة من النهار. " الحديث (مسند امام احمد، ج: ۵، ص: ۳۴۳ و جامع المسانيد والسنن لابن كثير، ج: ۴، ص: ۴۵۳، ۴۵۴ واستاده حسن) (۱)

(۱) ابوالنصر، امام احمد بن حنبل کے شیخ، ثقہ و ثبت ہیں۔ (تقریب م: ۵۷۰) عبد الحمید صاحب شہر بن حوشب، صدوق ہیں (تقریب م: ۳۳۳) شہر بن حوشب اگرچہ مختلف یہ ہیں

ترجمہ: عبد الرحمن بن غنم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو اکٹھا کرنے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ اشعریو جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی اکٹھا کر لو، میں تمہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سکھاؤں گا جو آپ ہمیں مدینہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ تو سارے مرد، ان کی عورتیں اور لڑکے اکٹھا ہو گئے۔ (پہلے) حضرت ابو مالک نے وضو کیا اور انھیں دکھایا کہ کیسے وضو کیا جاتا ہے۔ اور پانی کو سارے اعضاء وضو تک اچھی طرح پہنچایا۔ اور جب سایہ ڈھل گیا اور اس کی شدت کم ہو گئی تو کھڑے ہوئے اور اذان دی پھر امام کے بالکل قریب مردوں کی صف قائم کی اور مردوں کے پیچھے بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صف بنائی پھر اقامت ہوئی اور حضرت ابو مالک نامت کے لیے آگے بڑھے اور ہاتھوں کو اٹھایا پھر تکبیر (تحریمہ) کہی، اس کے بعد آہستہ سے فاتحہ اور سورۃ پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور اس میں تین بار سبحان اللہ و بحمدہ پڑھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں چلے گئے، پھر تکبیر کہی اور سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہی اور دوسرے سجدہ میں گئے پھر تکبیر کہی اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ آپ کی کل تکبیریں ۶ رکعت میں چھ ہوئیں۔ اور اس وقت بھی تکبیر کہی جب دوسری رکعت کے واسطے کھڑے ہوئے۔ اور جب نماز مکمل کر لی تو اپنی قوم کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا میری

لیکن امام بخاری انھیں حسن الحدیث کہتے ہیں، امام احمد، ابن معین، مجلی اور یعقوب بن شبہ ان کی توثیق کرتے ہیں۔ (میزان الاحوال، ج: ۲، ص: ۲۸۳) حافظ ابن العطار قاسی کہتے ہیں ان کی تصدیق کرنے والوں کی کوئی صحیح دلیل میں نے نہیں سنی، ان پر جو جرحیں کی گئی ہیں یا تو وہ غلط ہیں یا غیر معزز۔ (بیان الوہم والایہام، ج: ۳، ص: ۳۲۱) امام ذہبی صراحت کرتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت ان سے احتجاج کرتی ہے۔ عبد الرحمن بن غنم کبار ثقات تابعین سے ہیں اور بعض اصحاب رجال انھیں صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔ (تقریب م: ۳۳۸) اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ یہ روایت جید السند ہے۔

ہاتھوں کو نہ اٹھاتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

تشریح: اس جید السند مرسل روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرات تابعین کے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی عمل معلوم و معروف تھا کہ آپ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اور جمہور علمائے متقدمین کے نزدیک مرسل روایت سے استدلال درست ہے اور اگر مرسل کی تائید دوسری حدیث سے یا اقوال صحابہ سے ہو جائے تو اس وقت مرسل کو ضعیف ماننے والوں کے نزدیک بھی وہ قابل استدلال ہو جاتی ہے۔ گذشتہ سطور میں ترک رفع سے متعلق جتنی روایتیں پیش کی گئی ہیں وہ سب اس کی مؤید ہیں ”کما ہو ظاہر“



تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجدہ کو سیکھ لو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اسی حصہ میں پڑھایا کرتے تھے۔

تشریح: صحابی رسول ابوبالک اشعری رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو سنت کے مطابق نماز سکھانے کے لیے کس قدر اہتمام سے سارے مرد و زن اور بچوں کو جمع کیا اور عملی طور پر انھیں تعلیم دینے کی غرض سے جو نماز انھیں پڑھائی اس میں صرف تکبیر تحریمہ کے موقع پر رفع یدین کیا اور بقیہ جھکنے اور اٹھنے کی حالت میں صرف زبانی تکبیر پر اکتفاء کیا۔ پھر نماز پوری کر لینے کے بعد مزید اہتمام و تنبیہ کے لیے فرمایا کہ میں نے جس طرح اور جتنی بار تکبیریں کہی ہیں انھیں یاد رکھنا نیز میرے رکوع و سجدہ کرنے کی کیفیت کو بھی اچھی طرحی سمجھ لو کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہ ساری تفصیلات بتا رہی ہیں کہ پوری نماز میں صرف ایک بار تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور صحابہ اہتمام کے ساتھ اپنے اہل خاندان کو اسی سنت کی تعلیم دیتے تھے۔

۳- اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ، عن ابی العباس محمد بن یعقوب، عن محمد بن اسحاق، عن الحسن بن الربیع، عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحییٰ، عن عباد بن الزبیر، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلاة رفع یدیه فی اول الصلاة، ثم لم یرفعهما فی شیء حتی یفرغ۔ (الخلاطات للبیہقی كما فی نصب الرایۃ، ج: ۱، ص: ۳۰۴ و قال المحدث الکشمیری: فهو مرسل جید، لیل الفرقانین، ص: ۱۳۳ و مرسل

القرون الثلاثة مقبول عند الجمهور لاسیما اذا اعتضد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عباد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتداً نماز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) ہاتھوں کو اٹھاتے تھے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں

قال الطحاوی "وهو حديث صحيح" ج: ۱، ص: ۱۳۳ و قال الحافظ ابن حجر "رجالہ ثقات"

(الدرایہ، ص: ۸۵)

ترجمہ: مشہور تابعی امام اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انھوں نے بجز ابتدائے نماز کے کسی بھی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

سند کے ایک راوی عبد الملک بن ابجر کہتے ہیں میں نے امام شعبی، امام ابراہیم نخعی اور ابواسحاق سمعی کو دیکھا یہ ائمہ حدیث صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے

تشریح: مشہور تابعی اسود بن یزید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو سال رہے اور حضرت فاروق اعظم کے کہنے سے نماز میں تطبیق ترک کر دی تھی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ آپ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

اس صحیح اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شعبی، ابراہیم نخعی اور ابواسحاق السبعی رفع یدین نہیں کرتے تھے یہ تینوں مشہور تابعی ہیں بالخصوص امام شعبی تو ایسے جلیل القدر تابعی ہیں کہ دو، چار نہیں بلکہ پانچ سو صحابہ کی زیارت کی ہے اور ان سے اکتساب علم و فضل کیا ہے۔ اسی طرح امام ابراہیم نخعی اور ابواسحاق بھی اپنے علم و فضل اور ثقہ فی الدین کے لحاظ سے اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

۳- اثر حضرت علی نقی رضی اللہ عنہ

حدثنا وكيع، عن ابى بكر بن عبد الله بن قطف، النهشلى، عن عاصم بن كليب، عن ابيد، ان عليا كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ثم لا

يعود (مصنف ابن ابى شيبه، ج: ۱، ص: ۲۶۷ و شرح معاني الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۲، وقال الحافظ

الزيلى "وهو اثر صحيح" نصب الراية، ج: ۱، ص: ۳۰۶ و قال الحافظ ابن حجر "رجالہ ثقات"

(الدرایہ، ص: ۸۵ و قال العلامة العینی "صحيح على شرط مسلم" عمدة القاری، ج: ۵، ص: ۲۷۳

آثار صحابہ رضوان اللہ جمیعین

۱- اثر شیخین رضی اللہ عنہما

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ، ثنا محمد بن صالح بن هانى، ثنا ابراهيم بن محمد بن مخلد الضرير، ثنا اسحاق بن ابى اسرائيل، ثنا محمد بن جابر، عن حماد بن ابى سليمان، عن ابراهيم، عن علقمة، عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم، وابى بكر، و عمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند افتتاح الصلاة (السنن الكبرى للبيهقي، ج: ۲، ص: ۷۹-۸۰) و قال الحافظ ابن المارديني اسناده جيد، و رواه ايضا الدار قطنى و فيه قال اسحاق و به ناخذ فى الصلاة كلها..

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ان حضرات نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا۔

۲- اثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حدثنا يحيى بن آدم، عن حسن بن عياش، عن عبد الملك بن ابجر، عن الزبير بن عدى، عن ابراهيم، عن الاسود، قال: صليت مع عمر فلم يرفع يديه فى شئ من صلاته الا حين افتتح الصلاة، قال عبد الملك: و رأيت الشعبي و ابراهيم و ابا اسحاق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلاة (مصنف ابن ابى شيبه، ج: ۱، ص: ۲۶۸، و شرح معاني الآثار و

۵- قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح عن عاصم بن كليب الجرمي، عن ابيه قال: رأيت علي بن ابي طالب رفع يديه في التكبيرة الاولى من الصلاة المكتوبة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك“ (۱)

(موطا امام محمد، ص: ۹۱، ۹۲)

ترجمہ: کلب جرمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے فرض کی پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کیا اس کے علاوہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔

تشریح: متعدد سندوں سے مروی یہ صحیح اثر بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ ترک رفع یدین میں صریح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کی روایت کرتے ہیں لیکن آپ کے بعد ترک رفع یدین کو اپنا معمول بنایا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل عمل ترک رفع یدین کا تھا۔

اثر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۶- حدثنا وكيع، عن مسعر، عن ابي معشر، عن ابراهيم، عن عبد الله انه كان يرفع يديه في اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما“ (مصنف ابن ابي شيبة، ج: ۱، ص: ۲۶۷، وقال الحافظ ابن الترمذاني: وهذا سند صحيح، الجوهر النقي مع

(۱) امام محمد بن حسن الغزالی کے شیخ محمد بن ابان کوئی کی اگرچہ محدثین کی ایک جماعت نے تضعیف کی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ قدوة المحققین امام بخاری ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ”لیس بالحافظ عندهم التاريخ الصغير“ ۲۱۳، اور کتاب اصفار میں لیس بالقوی کہا ہے اور امام ابو حاتم الرازی کہتے ہیں لیس بالقوی یکتب حلیہ ولا یحتج“ تعجیل المنفعة ص: ۲۳۶، حافظ عبد الحق الغزالی لکھتے ہیں ”کان من رؤس المرجعية فیکلم فیہ من اجل ذلك یکتب حلیہ“ حافظ ابن القلان ان کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”وہو کما قال“ بیان الوہم والایہام ج: ۳، ص: ۲۲۳۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں قال احمد: ”لم یکن ممن یکذب“

ائمہ جرح و تعدیل کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ محمد بن ابان کم از کم لائق متابع ہیں۔ لہذا اس معتبر متابعت سے ابو بکر نہضی کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے اور بعض محدثین نے ان کے تفرد کی جو بات کہی ہے وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تلمیذ کلب بن شہاب کوئی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔

۴- قال محمد اخبرنا ابو بکر بن عبد الله النهشلي، عن عاصم بن كليب الجرمي، عن ابيه و كان من اصحاب علي، ان علي بن ابي طالب كرم الله وجهه كان يرفع يديه في التكبيرة الاولى التي يفتح بها الصلاة ثم لا يرفعهما في شيء من الصلاة“ (۱) (موطا امام محمد، ص: ۹۴)

ترجمہ: حضرت علی کے شاگرد کلب جرمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

(۱) اس صحیح اور ترک رفع یدین میں صریح اثر کو غیر معتبر ٹھہرانے کی غرض ہے امام بیہقی اپنی مشہور کتاب ”معرفۃ السنن والآثار“ میں رقم طراز ہیں ”لیس ابو بکر ممن یحتج بروایتہ“ ابو بکر نہضی ان راویوں میں نہیں ہیں جن کی روایت سے دلیل و حجت پکڑی جائے۔

حالانکہ ابو بکر نہضی سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے، امام یحییٰ بن معین اور علی ان کی توثیق کرتے ہیں، امام ذہبی انھیں حسن الحدیث و صدوق کہتے ہیں، اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ”صدوقی دمی بالادراجاء“ (دیکھئے خلاصۃ بیہقی للحرثی، میزان الاعتدال اور تقریب) ائمہ رجال کی اس واضح توثیق کے باوجود امام بیہقی کا ان کے بارے میں ”لا یحتج بروایتہ“ کہنا انصاف سے بعید اور اپنے مذہب غبار کی کھلی پاسداری ہے۔ امام بیہقی کے اس رویہ پر ترمہ کرتے ہوئے امام بیہقی لکھتے ہیں ”امام بیہقی تعصب سے کام لیتے ہیں الخ“ بغیۃ الالمی، ج: ۲، ص: ۸۰، اور مولانا عبد الرحمن مبارک پوری نے ان کے متعلق اپنی تحقیق ان لفظوں میں بیان کی ہے۔ ”امام بیہقی اگرچہ محدث مشہور ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہو سکتا۔“ تحقیق الکلام، ج: ۲، ص: ۱۳۲

اس لیے ابو بکر نہضی سے متعلق امام بیہقی کے اس قول بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل کا کچھ اعتبار نہیں اور یہ اثر بلا غبار صحیح ہے۔

السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: ۲، ص: ۷۹، وبراہیم لم یسمع من ابن مسعود ولكن مرسله عن ابن مسعود فی حکم الموصول كما هو مقرر عند المحدثین)

ترجمہ: ابراہیم نخعی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نماز شروع کرنے کے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

۷- حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص، عن حصین، عن ابراهیم قال کان عبد اللہ لا یرفع یدیه فی شی من الصلاة الا فی الافتتاح. (شرح معانی الآثار، ج: ۲، ص: ۱۳۳، وقال المحدث النیموی و اسنادہ مرسل جید، آثار السنن، ص: ۱۰۹)

ترجمہ: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے نماز کے کسی حصہ میں سوائے شروع کے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بلا اختلاف یہی منقول ہے کہ وہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اسی کی اپنے تلامذہ کو تعلیم بھی دیتے تھے۔

اثر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۸- اخبرنا مالک، اخبرنی نعیم المجمر و ابو جعفر القاری، ان ابا هريرة كان یصلی بهم فکبر کلما خفض و رفع، وقال القاری وکان یرفع یدیه حین یکبر و یفتح الصلاة. (موطاء امام محمد ص: ۹۰، وکتاب

الحجہ، ج: ۱، ص: ۹۵، و مستندہ صحیح)

ترجمہ: نعیم المجمر اور یزید بن القعقل ابو جعفر القاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تھے تو ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے، ابو جعفر نے مزید یہ وضاحت کی کہ نماز شروع کرتے وقت جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔

اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

۹- حدثنا ابو بکر بن عیاش، عن حصین، عن مجاهد قال: ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح. (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۸، ورجال اسنادہ رجال البخاری)

ترجمہ: امام مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو رفع یدین کرتے ہوئے سوائے ابتدائے نماز کے۔

۱۰- حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو بکر بن عیاش، عن حصین، عن مجاهد قال: صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولى من الصلاة (شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۳، وقال العلامة المعنی، اسنادہ صحیح، عمدة القاری، ج: ۵، ص: ۲۷۳) (۱)

ترجمہ: مشہور تابعی امام مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی انھوں نے صرف تکبیر اولیٰ (یعنی تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کیا۔

۱۱- قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح، عن عبد العزيز بن

(۱) امام بخاری کے استاذ ابو بکر بن ابی شیبہ اور امام طحاوی سے مروی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کے تمام راوی ثقہ اور بخاری کے رجال ہیں اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اس صحیح اثر سے بمراحت ثابت ہے کہ رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

رہا بعض حضرات کا اس اثر کی سند میں یہ کلام کہ سند کے ایک راوی ابو بکر بن عیاش آخری عمر میں خرابی حافظہ کے شکار ہو گئے تھے اور ایسے راوی کی روایت محدثین کے یہاں ضعیف ہوتی ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو بکر بن عیاش صحیح بخاری کے راوی ہیں، اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت کیا ہے، کیونکہ اس اثر کو ان سے نقل کرنے والے احمد بن یونس ہیں جیسا کہ طحاوی کی سند سے ظاہر ہے اور حضرات محدثین کے نزدیک مخطی کی قدیم روایتیں بغیر کسی تردد کے مقبول مانی جاتی ہیں چنانچہ خود امام

البيت، وعلى الصفا والمروة، وفي عرفات و في جمع ، و عند الجمار .“ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۱۸)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صرف سات مواقع میں ہاتھ اٹھائے جائیں، جب نماز کو کھڑا ہو (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) اور جب بیت اللہ کو دیکھے، اور صفا و مروہ پر، اور عرفات میں (وقوف کے وقت) اور مزدلفہ میں اور جمرہ پر کنکری مارنے کے وقت۔

تشریح: خلفائے راشدین حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی مرتضیٰ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں نفی و اثبات کچھ منقول نہیں) فقیہ امت حضرت عبد اللہ بن مسعود، حافظ حدیث حضرت ابو ہریرہ، عاشق سنت نبوی حضرت عبد اللہ بن عمر، اور ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے یہ آثار آپ کے پیش نظر ہیں، اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرمالینے کے بعد خلفائے راشدین اور انکے بار فقہائے صحابہ کا تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرنا صاف بتا رہا ہے کہ عام نمازوں میں رفع یدین نہ کرنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل سنت ہے۔ کیونکہ اس مقدس جماعت کے رگ و ریشہ اور دل کی گہرائیوں میں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت اس طرح پیوست تھی کہ وہ آپ کی ایک ادھر اپنا سب کچھ نبھا کر دینے میں سکون و راحت محسوس کرتے تھے۔ تو رفع یدین کو جس کے کرنے میں کوئی مشقت و دقت بھی نہیں کیونکہ ترچھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لانه محال ان يكون عنده في ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء و يخالفه ولو كان مباحا ولا سيما ابن عمر (التمهيد، ج: ۹، ص: ۱۸۰) کیونکہ یہ محال ہے کہ صحابی کے علم میں اس مسئلہ سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت ہو

حکیم قال رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء اذنيه في اول تكبيرة افتتاح الصلاة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك.“ (موطاء امام محمد، ص: ۹۳، ۹۴) وفيه

محمد بن ابان وهو صالح للمتابعة

ترجمہ: عبد العزیز بن حکیم معروف بہ ابن ابی حکیم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اول تکبیر (تکبیر تحریمہ) کے وقت ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے تھے اس کے علاوہ ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

اثر حضرت عبد اللہ بن عباس

۱۲- حدثنا ابن فضيل، عن عطاء، عن سعيد بن جبيرة، عن ابن عباس قال: لا ترفع الايدي الا في سبع مواطن، اذا قام الى الصلاة، و اذا راى

بخاری نے ”صحیح بخاری“ میں احمد بن یونس عن ابی بکر بن عیاش سے کتاب التفسیر وغیرہ میں متعدد روایتیں ذکر کی ہیں، اس لیے ان کا آخری عمر میں مخط ہو جانا اس اثر کے لیے قطعاً معسر نہیں۔

بعض حضرات نے مجاہد کے تفرک کا بھی ذکر کیا ہے تو لہذا کا تفرک سب کے نزدیک معتبر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ موطاء امام محمد میں ان کے متابع ابن ابی حکیم موجود ہیں۔ بعض بزرگوں نے اس صحیح اثر کو بے اثر بتانے کے لیے یہ بات کہی ہے کہ ممکن ہے حضرت عبد اللہ بن عمر نے بھول کر رفع یدین کرنا چھوڑ دیا ہو، تو یہ احتمال نہایت بعید ہے کیونکہ امام مجاہد نے حضرت ابن عمر کے پیچھے ایک دو نماز میں نہیں بلکہ بہت ساری نمازیں پڑھی ہیں کیونکہ وہ مکہ سے مدینہ تک کے سفر میں حضرت ابن عمر کے ہمراہ رہے جیسا کہ صحیح بخاری کے باب الفہم فی العلم میں امام بخاری مجاہد سے نقل کرتے ہیں ”صحبت ابن عمر الى المدينة“ (فتح الباری، ج: ۱، ص: ۲۱۸) اس طویل سفر میں مجاہد حضرت ابن عمر کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور ایک بار بھی انھیں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس دراز مدت میں ابن عمر رفع یدین کو بھولے ہی رہے؟ پھر ابن ابی حکیم بھی مجاہد کی موافقت کر رہے ہیں۔

اس وضاحت سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر پر جو اشکالات کیے گئے ہیں وہ اصول حدیث کے لحاظ سے بے بنیاد ہیں اور یہ اثر بلا غبار صحیح ہے۔

اقوال تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ

حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے تلامذہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۱- حدثنا وكيع و ابو اسامة عن شعبة، عن ابي اسحاق قال: كان اصحاب عبد الله و اصحاب علي لا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلاة قال وكيع ثم لا يعودون. (مصنف ابن ابي شيبة، ج ۱، ص ۲۶۷، مسند صحيح على شرط الشيخين)

ترجمہ: مشہور محدث امام ابو اسحاق السبئی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و تلامذہ ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، (یہ ابو اسامہ کے الفاظ ہیں اور وکیع کے الفاظ یہ ہیں) ابتدائے نماز کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تشریح: غور کیجیے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ اصحاب و تلامذہ جو بظاہر صحابہ و تابعین ہی ہونگے جن کی تعداد یقیناً ہزاروں سے متجاوز ہوگی جو سب کے سب قرآن عظیم کے عطا کردہ اعزاز ”اولئک ہم الراشدون“ اور ”واتبعوہم باحسن“ سے سرفراز، اسلام کی بزرگ ترین شخصیات، قرآن و حدیث اور شریعت اسلامی کو امت تک پہنچانے والے کیا سنت رسول علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کے ترک پر اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لیے ان حضرات کا یہ عمل بھی اسی بات کی رہنمائی کر رہا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت ہے۔ پھر

اور وہ اس کی مخالفت کریں اگرچہ وہ سنت مباح درجے کی کیوں نہ ہو بالخصوص حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (سے تو یہ ممکن ہی نہیں)

اس لیے ان فداکاروں کے بارے میں یہ تصور کہ رفع یدین کو چونکہ یہ حضرات سنت مؤکدہ اور ضروری نہیں سمجھتے تھے اس بناء پر اسے ترک کر دیا تھا ایک ایسا تصور ہے جو ان کے حالات و واقعات کے قطعی منافی ہے، اس لیے جن بزرگوں نے ان آثار کے جواب میں یہ بات کہی ہے غالباً اپنے مسلک مختار سے شدت شغف کی بناء پر اصحاب رسول اللہ بالخصوص خلفائے راشدین و فقہائے صحابہ کے سنت نبوی علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بے پناہ تعلق و عقیدت سے انھیں ذہول ہو گیا اس لیے انھیں اس بارے میں معذوری ہی سمجھا جائے گا۔

بہر حال یہ آثار مسئلہ زیر بحث میں قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ فقہائے اصول و علمائے حدیث کا متفقہ ضابطہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متعارض و مختلف ہوں تو اس صورت میں تلامذہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالخصوص فقہائے صحابہ و خلفائے راشدین کے قول و عمل ہمارے لیے رہنما ہوں گے۔

چنانچہ امام ابو داؤد لکھتے ہیں:

اذا تنازع الخبر ان عن النبي صلى الله عليه وسلم نظر الى عمل اصحابه بعده. (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۱۵)

یعنی جب کسی مسئلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث باہم متعارض ہوں تو اس وقت حضرات صحابہ کے اس عمل کو دیکھا جائے گا جسے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا ہے۔

شاگردوں کا یہ متفقہ عمل بھی بتا رہا ہے کہ ان کے استاذ یعنی حضرت علی مرتضیٰ امیر
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی طریقہ تھا۔

مشہور محدث و فقیہ اسود بن یزید و علقمہ بن قیس رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
۲- حدثنا وکیع، عن شریک، عن جابر، عن الاسود و علقمة انهما
کانا یرفعان ایدیہما اذا افتحا ثم لا یعودون۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۸)
ترجمہ: جابر سے مروی ہے کہ امام اسود و علقمہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو
اٹھاتے تھے اس کے بعد پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

معروف امام حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کا عمل

۳- حدثنا معاویہ بن ہشیم، عن سفیان بن مسلم الجہنی قال: کان
ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیء اذا کبر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۸)
ترجمہ: سفیان بن مسلم الجہنی ناقل ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ صرف پہلی تکبیر
کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

تابعی کبیر محدث شہیر قیس بن ابی حازم کا عمل

۴- حدثنا یحییٰ بن سعید، عن اسماعیل قال: کان قیس یرفع یدیه
اول ما یدخل فی الصلاۃ ثم لا یرفعنہما۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۷)
ترجمہ: اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ امام قیس بن ابی حازم نماز میں داخل ہونے کے
وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔

جامع حدیث و فقہ ابراہیم نخعی و رجل صالح خیمہ بن عبدالرحمن کا رفع
یدین نہ کرنا

۵- حدثنا ابوبکر عن الحجاج، عن طلحة، عن خیمۃ و ابراہیم
قال: کان لا یرفعان ایدیہما الا فی بدء الصلاۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۷)

ترجمہ: طلحہ بن مصرف مشہور تابعی خیمہ و ابراہیم نخعی کے بارے میں روایت
کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ صرف ابتدائی نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابراہیم نخعی اپنے شاگردوں کو رفع یدین سے منع کرتے تھے۔

۶- حدثنا ابوبکر بن عیاش، عن حصین و مغیرۃ، عن ابراہیم قال:
لا ترفع یدیک فی شیء من الصلاۃ الا فی الافتتاح الاولیٰ۔ (مصنف ابن ابی

شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۷)

ترجمہ: حصین و مغیرہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ تم ابتدائی نماز
(یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہ کرو۔

مشہور امام حدیث و فقہ عامر الشعمی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۷- حدثنا ابن مبارک، عن اشعث، عن الشعمی، انه کان یرفع یدیه فی

اول التکبیر ثم لا یرفعنہما۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ص: ۲۶۷)

ترجمہ: اشعث بیان کرتے ہیں کہ امام شعمی اول تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) میں
ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

تشریح: اثر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (۲) میں گزر چکا ہے کہ راوی حدیث عبد

الملک بن ابی بکر نے بتایا کہ میں نے امام شعمی، ابراہیم نخعی اور امام ابواسحاق السبئی کو

دیکھا کہ یہ تینوں بزرگ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

اکابر تابعین کے عمل سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ عام نمازوں میں

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا خیر القرون میں ارباب علم کا عام معمول

تھا۔

معروف راوی حدیث اور تابعی ابوبکر بن عیاش کا بیان

۸- حدثنی ابن ابی داؤد، قال ثنا احمد بن یونس، قال ثنا ابوبکر بن

عیاش قال: ما رأیت فقیہاً قط یفعلہ یرفع یدیه فی غیر التکبیرۃ الاولیٰ

(شرح معانی الآثار، ج: ۱، ص: ۱۳۳)

ابو بکر بن عیاش تابعین میں سے ہیں اور امام ابراہیم نخعی تابعی ہیں اور اپنے عہد میں مرجع اصحاب فضل و کمال تھے۔ یہ دونوں بزرگ یہی اطلاع دے رہے ہیں کہ زمانہ مشہود لہا بالآخر میں عام طور پر علماء و فقہاء میں ترک رفع یدین ہی کا شیوع تھا۔

اہل کوفہ کا ترک رفع یدین پر اتفاق
حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں:

”قال ابو عبد الله محمد بن نصر المروزي في كتابه في رفع
اليدين من الكتاب الكبير: لا نعلم مصرا من الامصار ينسب
الى اهله العلم قديما، تركوا باجماعهم رفع اليدين عند
الخفض والرفع في الصلاة الا اهل الكوفة.“ (التمهيد، ج ۹، ص ۲۱۳
والاستذكار، ج ۴، ص ۱۰۰، ۹۹)

ترجمہ: امام ابو عبد اللہ محمد بن نصر مروزی اپنی عظیم تصنیف کی کتاب
رفع یدین میں لکھتے ہیں کہ ہم شہروں میں سے کسی ایسے شہر کو نہیں
جانتے جس کے باشندے زمانہ قدیم سے علم کی جانب منسوب ہیں کہ
انہوں نے رکوع میں جھکنے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت اجماعی طور پر
رفع یدین کو ترک کر دیا ہو سوائے اہل کوفہ کے۔

تشریح: ”ترکوا باجماعهم“ کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ بغیر کسی استثناء کے
سارے اہل کوفہ رفع یدین کے ترک پر عامل تھے اس لیے اب تارکین رفع یدین کا
فرد افراد نام شمار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور اہل علم سے یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ کوفہ خلیفہ ثانی فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ کے دور سے چوتھی صدی کے آغاز تک اسلامی علوم و ثقافت کا گہوارہ

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن نصر مروزی ولادت ۲۰۰ھ وفات ۲۹۳ھ اختلافی مسائل میں سند کی
حیثیت رکھتے ہیں، کان من اعلم الناس باختلاف الصحابة ومن بعدهم فی الاحکام۔

ترجمہ: احمد بن یونس سے مروی ہے کہ ابو بکر بن عیاش نے کہا کہ میں نے کسی فقیہ
کو تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح: اس جید السند روایت سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام کے عہد زریں
میں علماء و فقہاء عام طور پر ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ جس کی تائید اس واقعہ سے
بھی ہوتی ہے کہ عمرو بن مرہ نے کوفہ کی مسجد اعظم میں حضرت وائل بن حجر
رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث بیان کی تو امام ابراہیم نخعی نے فرمایا:

ما ادرى لعله لم يرى النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الا
ذلك اليوم فحفظ هذا منه ولم يحفظه ابن مسعود و اصحابه،
ما سمعته من احد منهم انما كانوا يرفعون ايديهم في بدء
الصلاة حين يكبرون.“ (مطاء امام محمد، ص ۵۴ و سندہ جید)

یعنی مجھے معلوم نہیں شاید کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے اسی ایک
دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اور آپ کے رفع
یدین کرنے کو یاد کر لیا۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم (جو دائمی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس
کے حاضر باش اور سفر و حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا
کرتے تھے) ان میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہیں رکھا، ان میں
نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ نہیں سنا یہ
سب حضرات تو صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(۱) حضرت ابراہیم نخعی کے اس معارفہ کا حاصل یہ ہے کہ باب روایت میں راوی کے حفظ و
اتقان، علوے طبقہ فقہت اور کثرت ملازمت کو ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے اور ان سب اوصاف
میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب حضرت وائل بن حجر پر فوقیت رکھتے ہیں کیونکہ
انہیں چند ایام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت بخش صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس
لیے حضرت وائل کی روایت کے مقابلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح ہوگی۔

حافظ ابن القیم بدائع الفوائد میں ایک فائدہ کے تحت لکھتے ہیں:

”من اصول مالک اتباع عمل اهل المدينة و ان خالف الحديث“ (ج: ۳، ص: ۳۲)

”امام مالک کے اصول میں سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ عمل بظاہر حدیث کے خلاف کیوں نہ ہو“

ان وقیع حوالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام مالک کے زمانہ تک مدینہ منورہ میں کثرت سے ترک رفع یدین ہی کا معمول تھا۔ اور امام مالک نے مؤطا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث کی تخریج کے باوجود اپنے اصول کے تحت اہل مدینہ کے عمل کی موافقت میں ترک رفع یدین ہی کو اختیار کیا۔ اور آج اسی پر مالکیہ کا عمل ہے۔

اسلام کے دوسرے علمی مرکز مکہ معظمہ کا حال بھی تقریباً یہی ہے کہ حضرات صحابہ و کبار تابعین کے عہد تک یہاں بھی ترک رفع یدین ہی کا غلبہ تھا۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد و مسند امام احمد کی حسب ذیل روایت سے اندازہ ہوتا ہے۔

”عن میمون المکی انه رای عبد الله بن الزبير وصلى بهم يشير بكفيه حين يقوم و حين يركع، و حين يسجد، و حين ينهض للقيام فيقوم فيشير بيده فانطلقت الي ابن عباس فقلت اني رأيت ابن الزبير صلى صلاة لم ار احدا يصليها فوصفت له الاشارة، فقال ان احببت ان تنظر الي صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقتد بصلاة عبد الله بن الزبير (سنن ابی

داؤد، ج: ۱، ص: ۱۰۸ و مسند احمد، ج: ۱، ص: ۲۵۵)

میمون مکی سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں، تو جس وقت کھڑے ہوئے تو ہاتھوں سے اشارہ کیا (یعنی رفع یدین کیا) اور رکوع کے وقت، سجدہ کے وقت اور دوسری

رہا ہے۔ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام یہاں آکر آباد ہوئے جن میں چوبیس بدری اور تین عشرہ مبشرہ تھے۔ پھر اہل کوفہ نے اپنے شہر کے علوم پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مدینہ منورہ کے ان کے علمی اسرار اور وہاں کے اکابر صحابہ سے علمی استفادہ کرنے کے واقعات کتب رجال و تراجم میں دیکھے جاسکتے ہیں اور امام بخاری کے زمانہ تک کوفہ کی یہ علمی مرکزیت پوری طرح برقرار معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحیح بخاری میں سب سے زیادہ روایتیں کوفہ کے محدثین و رواۃ ہی کی ہیں، مزید برآں خود امام بخاری کا بیان ہے کہ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ساتھ میرا جانا اتنی بار ہوا ہے کہ میں اس کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔

اسلامی علوم کے اس مرکز میں رفع یدین کی صورت حال امام محمد بن نصر مروزی کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہزاروں صحابہ اور ان کے لاکھوں تلامذہ و متبعین کے اس شہر میں سب ہی اجماعی طور پر ترک رفع یدین پر عمل پیرا رہے ہیں اسی کے ساتھ دیگر اسلامی شہروں میں بھی تارکین رفع کی ایک خاصی تعداد موجود رہی ہے بلکہ اسلام کے عہد شباب تک عام طور پر ترک رفع یدین ہی کا ان میں رواج تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ جو عہد رسالت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک عالم اسلام کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔ اس کے بعد مدینہ کے فقہائے سبعہ، پھر صفار تابعین پھر امام مالک کے عہد تک اس کی مرکزیت بڑی حد تک برقرار رہی۔ خلفائے راشدین کا عمل کثرت سے ترک رفع کا رہا ہے اس لیے یہاں بھی امام مالک کے عہد تک ترک رفع یدین ہی کو فروغ حاصل رہا۔ جیسا کہ مذہب مالکی کے مشہور محقق عالم ابن رشد اپنی انتہائی مفید و گراں قدر تصنیف ”بداية المجتهد“ میں لکھتے ہیں:

”ان مالکاً رتب ترك الرفع لموافقة عمل به“ (ج: ۱، ص: ۱۹۳)

یعنی امام مالک نے (جو خود رفع یدین کی حدیث کے راوی ہیں) اہل مدینہ کے عمل کی موافقت میں ترک رفع یدین کو ترجیح دیا۔

ترک رفع یدین کا یہ سلسلہ کوفہ میں قیام کرنے والے حضرات صحابہ خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تلامذہ پھر خلیفہ راشد علی مرتضیٰ اور ان کے تلامذہ سے چلا۔ اگر ان حضرات کے یہاں کثرت سے رفع یدین پر عمل ہوتا تو کوفہ میں اس کا رواج پانا ضروری تھا لیکن تمام اہل کوفہ اجماعی طور پر ترک رفع پر عمل پیرا رہے۔

دوسرے امام حضرت امام مالکؒ ہیں جو مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اگلی سطور میں وضاحت کے ساتھ یہ بات گذر چکی ہے کہ امام مالکؒ کے عہد تک مدینہ منورہ میں ترک رفع پر تعامل و تواتر رہا۔ جس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارہ سالہ اپنے عہد خلافت میں کثرت سے ترک رفع پر عمل کرتے رہے اور انہی کے تعامل سے مدینہ منورہ میں ترک رفع کو استقرار حاصل ہوا۔ اور امام مالکؒ نے اسی تعامل کی بنیاد پر ترک رفع کو اختیار کیا۔ چنانچہ مذہب مالکی کے مشہور محقق محدث و فقیہ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

”اختلف العلماء فی رفع یدین فی الصلاة وعند الركوع، وعند رفع الرأس من الركوع، وعند السجود و الرفع منه بعد اجماعهم علی جواز رفع الیدین عند افتتاح الصلاة مع تكبیرة الاحرام، فقال مالك، فیما روى عنه ابن القاسم: يرفع للاحرام عند افتتاح الصلاة ولا يرفع فی غيرها، قال: وكان مالك یروی رفع الیدین فی الصلاة ضعيفا و قال ان كان فی الاحرام وهو قول الكوفین ابی حنیفة، وسفیان ثوری، والحسن بن حی و سائر فقهاء الكوفة قديما وحديثا وهو قول

ابن مسعود واصحابه والتابعین بها۔“ (الاستذکار: ج ۳، ص ۹۹۸)

تکبیر تحریمہ کے موقع پر رفع یدین کے جواز پر اجماع و اتفاق کے بعد، رکوع کے وقت، رکوع سے اٹھنے کے وقت اور سجدہ کے وقت اور سجدہ سے اٹھنے کے

رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا، (میون کہتے ہیں یہ دیکھ کر میں) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ کسی اور کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا؟ اور ان کے رفع یدین کرنے کی صورت بیان کی۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھو تو عبداللہ بن زبیرؓ کی اقتداء کرو۔

میون کی کا یہ جملہ ”انی رأیت ابن الزبیر صلی صلاة لم ار احدا یصلیها“ صاف بتا رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے پہلے رفع یدین کا عمل مکہ معظمہ میں نہ ہونے کے درجہ میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، یزید کے انتقال کے بعد ۶۳ھ میں خلیفہ ہوئے اور ۷۳ھ تک اس منصب پر فائز رہے ان کے نماز پڑھانے کا واقعہ اسی زمانہ کا ہے۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ ۶۳ھ سے پہلے تک مکہ معظمہ میں رفع یدین کا عمل اس قدر کم تھا کہ عام طور پر لوگ اس سے واقف بھی نہیں تھے۔

ائمہ مجتہدین کا عمل

خلافت راشدہ اور ان مشہور اسلامی مرکزوں کے تعامل کا اثر ائمہ مجتہدین کے مسلک میں نمایاں ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک ترک رفع کا ہے۔ امام محمدؒ لکھتے ہیں:

”لأما رفع الیدین فی الصلاة، فإنه یرفع یدیه حد و الاذنین فی ابتداء الصلاة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شیء من الصلاة بعد ذلك وهذا كله قول ابی حنیفة“ (مطالعہ امام محمد، ص ۸۸)

رہا نماز میں رفع یدین کرنا تو ابتدائے نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک ہاتھوں کو اٹھائے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہ کرے یہ سب امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

وقت رفع یدین کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابن القاسم کی روایت کے مطابق امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف تکبیر تحریم کے وقت رفع یدین کیا جائے گا اس کے علاوہ نہیں، ابن القاسم یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نماز میں رفع یدین کو ضعیف سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر رفع یدین کرنا ہی ہے تو تکبیر تحریم کے وقت کرے۔ یہی مسلک امام ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام حسن بن صالح بن حبی اور قدیم و جدید سارے فقہائے کوفہ کا ہے اور عبد اللہ بن مسعودؓ، ان کے تلامذہ اور تبعین کا بھی یہی قول ہے۔

البتہ امام شافعیؒ اور امام احمد کا مسلک رفع یدین کا ہے۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت از ۶۳ھ تا ۷۳ھ میں مکہ معظمہ میں رفع یدین کا شیوع ہوا اور امام شافعیؒ پھر ان کے تلمیذ امام احمد رحمہما اللہ نے اسی طریق عمل کو اختیار کیا۔

یہ تفصیل بتا رہی ہے کہ اساتذہ کے درجہ کے دو بڑے ائمہ (امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ) ترک رفع یدین کو ترجیح دیتے ہیں اور تلامذہ کے درجہ کے (یعنی امام شافعیؒ جو امام مالکؒ کے شاگرد ہیں اور امام احمد تلمیذ امام شافعیؒ) رفع یدین کے قائل ہیں۔ اس لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو ترک رفع یدین کو قوت و فوقیت حاصل ہوگی کیونکہ تلامذہ کے مقابلہ میں اساتذہ کی رائے پختہ اور مضبوط تسلیم کی جاتی ہے۔

اختلاف کی نوعیت

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے وغیرہ مواقع میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا اختلاف صحیح و باطل اور جائز و ناجائز کا نہیں بلکہ اولیٰ وغیرہ اولیٰ اور رائج و مرجوح کا اختلاف ہے۔ جن علماء و ائمہ کے نزدیک رفع یدین اولیٰ و بہتر ہے وہ رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو بالکل صحیح و درست مانتے ہیں اسی طرح جو اصحاب علم و نظر ترک رفع کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز بغیر کسی نقص و کمی کے مکمل ہے۔ یہ مذہب حنبلی

کے بے مثال تبحر عالم حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"سواء رفع یدینہ او لم یرفع یدینہ لا یقدح ذلك في صلاحهم ولا يبطلها، لا عند أبي حنيفة ولا الشافعي، ولا مالك، ولا احمد، ولو رفع الامام دون المأموم، او المأموم دون الامام لم یقدح ذلك في صلاة واحد منهما." (مجموع فتاوى شيخ الاسلام احمد بن

تیمیہ، ج: ۲۲، ص: ۲۵۳)

اور نمازی خواہ رفع یدین کریں یا نہ کریں اس سے ان کی نماز میں نہ کوئی خرابی آئے گی اور نہ باطل ہوگی امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کسی کے نزدیک بھی اس سے کوئی خرابی نہیں ہوگی۔

اور اگر امام نے رفع یدین کیا اور مقتدیوں نے ترک کر دیا، یا مقتدیوں نے رفع یدین کیا اور امام نے نہیں کیا، اس صورت میں بھی کسی کی نماز میں کوئی فتور نہیں آئے گا۔

مذہب مالکی کے مشہور عالم و محدث حافظ ابن عبد البر صراحت کرتے ہیں:

"كل من رأى الرفع و عمل به من العلماء لا يبطل صلاة من لم يرفع، الا الحميدى و بعض اصحاب داؤد، ورواية عن الاوزاعي... فلا وجه لمن جعل صلاة من لم يرفع ناقصة، ولا لمن ابطلها مع اختلاف الآثار عن النبي صلى الله عليه وسلم، واختلاف الصحابة ومن بعدهم واختلاف ائمة الامصار في ذلك، والفرائض لا تثبت الا بما لا مدفع له ولا مطعن فيه، وقول الحميدى ومن تابعه شنوء عند الجمهور و خطاء لا

يلتفت اهل العلم اليه." (الاستذكار، ج: ۳، ص: ۱۰۹۰)

اور علماء میں جو بھی رفع یدین کے قائل اور اس پر عامل ہیں، رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو باطل نہیں کہتے۔ سوائے امام حمیدی اور امام داؤد ظاہری کے

بعض شاگردوں کے اور ایک روایت امام لوزاعی سے بھی نقل کی جاتی ہے۔

رفع یدین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اختلاف، نیز حضرات صحابہ و تابعین کے اختلاف اور اسلامی شہروں کے فقہاء کے اختلاف کے باوجود جو لوگ رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو باطل کہتے ہیں ان کی بات بے دلیل ہے۔ کیونکہ فرائض کا ثبوت ایسی دلیل سے ہوتا ہے جو معارضہ اور جرح و طعن سے محفوظ ہوتی ہیں۔ امام حمیدی اور ان کے پیروکاروں کا قول جہود کے نزدیک شاذ و غلط ہے۔ اہل علم اسے قابل التفات و لائق توجہ نہیں سمجھتے۔ مسلک شافعی کے بافیض عالم امام نووی شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں:

”اجمعت الامة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة

الاحرام، واختلفوا فيما سواها ... واجمعوا على انه لا يجب

شي من الرفع.“ (ج: ۱، ص: ۱۶۸)

امت کا اس پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مواقع میں رفع یدین کے بارے میں اختلاف ہے... اور اس پر بھی اتفاق و اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام میں بھی واجب نہیں ہے۔ مذہب احناف کے عظیم فقیہ و محدث ابو بکر بھصام رازی بھی اس اختلاف کو اختلاف مباح قرار دیتے ہیں۔ موصوف نے اپنی مشہور کتاب احکام القرآن کی ج: ۱، ص: ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳ میں ایک اصول کے تحت اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ پوری بحث اہل علم کے لیے لائق مراجعت ہے۔

خلاصہ کلام

گذشتہ سطور میں مذکور احادیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، آثار صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اقوال ائمہ مجتہدین و فقہائے محدثین سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱- تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا باتفاق مسنون ہے۔

۲- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوالک اشعری اور عباد ابن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسی عمل کو نقل کرتے ہیں۔

۳- خلفائے راشدین، حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا عام معمول تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا نہیں تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں بسند کچھ منقول نہیں البتہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ اپنے پیش رو بزرگوں کی موافقت میں آپ کا معمول بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا رہا ہو گا۔ (واللہ اعلم)

۴- صحابہ کرام، تابعین عظام اور اتباع تابعین عام طور پر صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

جلیل القدر تابعی و محدث ابواسحاق السبیمی کا بیان ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب و قبیعین تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علی و عبداللہ بن مسعود کے اصحاب! صحابہ و تابعین ہی ہو گئے۔

نیز افضل التابعین قیس بن ابی حازم جو حضرات عشرہ مبشرہ کی زیارت کا شرف رکھتے ہیں، امام عامر الشعمی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کو دیکھا ہے اور دو سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہے ہیں، علقمہ بن قیس جو علم و فقہ کے اس مقام پر تھے کہ خود حضرات صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے، اسود بن یزید جنہوں نے حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی ممتاز شخصیات سے کتب علم و فضل کیا ہے، امام ابراہیم نخعی جو عہد صحابہ میں افتاء کی عظیم خدمت انجام

دیتے تھے۔ یہ سب کے سب حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان حضرات کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انھوں نے حضرات صحابہ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔

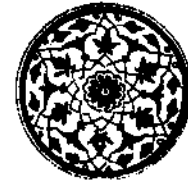
۵- خیر القرون میں مشہور اسلامی مراکز، مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ اور کوفہ ان تینوں مقامات میں عام معمول صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا تھا اس کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام مالک متوفی ۱۷۱ھ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مجھے علم نہیں۔

۶- خیر القرون کے فقہاء عام طور پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ عظیم المرتبت محدث و فقیہ ابو بکر بن عیاش متوفی ۱۹۳ھ کا بیان گذر چکا ہے کہ میں نے کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

لہذا جو لوگ رکوع جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کو سنت مؤکدہ یا واجب یا فرضہ کا درجہ دیکھتے ہیں اور ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو خلاف سنت، یا ناقص و باطل بتاتے ہیں ان کی یہ بات شرعی دلائل کے لحاظ سے شاذ بلکہ غلط ہے۔ فقہائے اسلام اور محدثین عظام کے نزدیک ان کا یہ قول لائق التفات بھی نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام

علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔



دیتے تھے۔ یہ سب کے سب حضرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان حضرات کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انھوں نے حضرات صحابہ کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔

۵- خیر القرون میں مشہور اسلامی مراکز، مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ اور کوفہ ان تینوں مقامات میں عام معمول صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا تھا اس کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام مالک متوفی ۱۷۱ھ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مجھے علم نہیں۔

۶- خیر القرون کے فقہاء عام طور پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ عظیم المرتبت محدث و فقیہ ابو بکر بن عیاش متوفی ۱۹۳ھ کا بیان گزر چکا ہے کہ میں نے کسی فقیہ کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

لہذا جو لوگ رکوع جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کو سنت مؤکدہ یا واجب یا فرضہ کا درجہ دیکھتے ہیں اور ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز کو خلاف سنت، یا ناقص و باطل بتاتے ہیں ان کی یہ بات شرعی دلائل کے لحاظ سے شاذ بلکہ غلط ہے۔ فقہائے اسلام اور محدثین عظام کے نزدیک ان کا یہ قول لائق التفات بھی نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام

علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

